١٩٢٧

الہلال

جلد ١ نمبر ٢٤

البلاغ پریس کلکتہ

قیمت ٥ - آنہ

٦٤٣

الهلال

ہر جمعہ کو نمبر ۱۱ - بالي گنج سرکلر روڈ - کلکتہ سے شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ مع محصول	- -	بارہ روپیہ
ہندوستان سے باہر کیلیے	- -	سولہ روپیہ
قیمت شش ماہي	- - -	سات روپیہ
قیمت في پرچہ	- - -	پانچ آنہ

(۱) تمام خط و کتابت اور ارسال زر " منیجر الہلال " کے نام سے کي جاے لیکن جو خطوط مضامین سے تعلق رکھتے ہوں انکے لفافہ پر " ایڈیٹر " کا نام ہونا چاہیے -

(۲) نمونہ مفت ارسال نہ ہوگا -

(۳) براہ عنایت خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف اور خوش خط لکھیے

(۴) خط و کتابت میں نمبر خریداري لکھیے جسکي اطلاع ایکو وصول قیمت کي رسید میں دیدي گئي ہے -

(۵) اگر کسي صاحب کے پاس کوئي پرچہ نہ پہنچے تو تاریخ اشاعت سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع دیں - ورنہ بصورت تاخیر بغیر قیمت کے روانہ نہیں کیا جائیگا -

(۶) اگر آپ دو تین ماہ کیلئے ایک جگہ سے دوسري جگہ جا رہے ہیں تو اپنا پتہ تبدیل نہ کرایے ' مقامي ڈاکخانہ کو اطلاع دیکر انتظام کر لیجیے - اگر اس سے زیادہ عرصہ تک کے لیے تبدیل مقام پیش آجاے تو ایک ہفتہ پیشتر اطلاع دیکر پتہ تبدیل کرالیں -

(۷) مني آرڈر روانہ کرتے وقت فارم کے کوپن پر اپنا نام و پتہ ضرور لکھدیں -

(۸) ایسے جواب طلب امور کے لیے جنکا تعلق دفتر کے دفتري فرائض (مثلاً رسید زر و اطلاع اجراء اخبار وغیرہ) سے نہیں ہے ٹکٹ ضرور بھیجیے ورنہ دفتر پر غیر معمولي خط و کتابت کے مصارف کا بار پڑیگا -

۶۴۴

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۲۴ — کلکته : جمعه ٦ . جمادی الثانی ١٣٤٦ هجری . — جلد ۱

Calcutta : Friday, 2, December 1927.

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کیلیی موزون نهین ؟

آج کوئی زبان ترقی نهین کر سکتی اگر وه اپنا ترقی یافته طریق طباعة نهین رکهتی . طباعة کی ترقی اور تکمیل بغیر اسکی ممکن نهین که حروف کی چهپائی اختیار کی جای . پتهر کی چهپائی مین محدود رهکر اردو کی طباعة کبهی ترقی نهین کر سکتی .

اردو کی سب سی بهتر حروف جو اس وقت تك بن سکی هین ، وه هین جن مین الهلال چهپتا هی . اور عربی کا بهترین خط نسخ وه هی جس مین یه سطرین کمپوز کی گئی هین . آپ ان دونون مین سی جسی چاهین پسند کر لین . لیکن پتهر کی چهپائی سی اپنی زبان کو نجات دلائین .

براه عنایت اپنی اور اپنی دوستون کی رای سی همین اطلاع دیجیی . یاد رکهیی . طباعة کا مسئله آج زبان و قوم کیلیی سب سی زیاده اهم مسئله هی . ضروری هی که اسکی تمام نقایص ایك بار دور کر دی جائین .

الهلال

قارئین الهلال کی آراء

اس باری مین اس وقت تك ١٨٤٠ مراسلات وصول هوی هین . تقسیم آراء حسب ذیل هی :

عربی حروف کی حق مین	٢٥٠	اردو حروف کی حق مین	٥٠٢
موجوده مشترك طباعة کی حق مین	٧٢٠	حروف کی حق مین بشرطیکه نستعلیق هون	١٦٨
پتهر کی چهپائی کی حق مین	٢٩٠		

ان مین سی اکثر حضرات نی اپنی رائی سی اپنی احباب کو بهی متفق ظاهر کیا هی .

آراء کی دیکهنی سی معلوم هوا که اس باری مین بعض اهم تفصیلات پر لوگون کی نظر نهین هی . اور اسلیی شرح وبیان کی ضرورت هی . آینده اس باری مین مولانا به تفصیل اپنی خیالات ظاهر کرینگی مگر ضرورت هی که بقیه حضرات بهی اپنی اور اپنی احباب کی رائین بهیج دین .

الهلال

مطبوعات جدیدہ

نپولین اور اسکی اخلاقی زندگی

(انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی)

میدان جنگ اور حجلۂ ھوس !

(میدم پولین سے محبت)

اِس عورت سے نپولین کو مصر میں عشق ھوا تھا -

گیرٹرڈ اریتز Gertrüde Aretez جسکی جدید الشیوع کتاب کا ذکر اِن صفحات پر ھو چکا ھے ، میدم پولین کی نسبت لکھتا ھے :

اس معاملہ کی تفصیل یہ ھے کہ ۹ - مئی ۱۷۹۸ ع کو نپولین مصر کی فتح کیلیے روانہ ھوا - وہ اپنے دو دشمنوں سے بہت زیادہ خائف تھا ' اور اُنکی آنکھہ بچا کر نکل جانا چاھتا تھا - یعنی انگریزی امیر البحر نلسن ' اور انگریزی جاسوس جان بارنٹ -

اِس سفر میں نپولین نے چند خاص عورتوں کے سوا عورتوں کی رفاقت ممنوع قرار دیدی تھی - جن عورتوں کو چلنے اجازت دی گئی تھی ' اُن میں خود اُسکی داشتہ میدم وردیا بھی تھی جسے وہ اٹلی سے اپنے ساتھہ لے لایا تھا -

(۲)

اِس فوج میں لیو فوریس نامی ایک فوجی افسر تھا - اُسنے حال ھی میں شادی کی تھی - اُسکا دل اپنی بیوی کی جدائی پر کسی طرح راضی نہیں ھوتا تھا - مگر مشکل یہ تھی کہ عورتوں کو ساتھہ لیجانے کی ممانعت تھی - آخر اُسنے یہ ترکیب نکالی کہ بیوی کو سپاھی کی وردی پہنا کر اپنے ساتھہ لے لیا تا کہ دونوں بے روک ٹوک ساتھہ رہ سکیں !

اُس وقت کے اکثر مورخین کا بیان ھے کہ ماہ اگست میں نپولین نے قاھرہ کے باھر ایک جلسہ کیا تھا ' جس میں اُسکا پورا جنگی اسٹاف اور تمام عورتیں شامل تھیں - اِسی جلسہ کے موقعہ پر نپولین نے میدان میں اپنی فوج کا ایک دستہ گھوڑوں پر سوار دیکھا - سپاھیوں میں ایک شخص غایت درجہ خوش آواز ' خوبصورت ' اور دلربا تھا - نپولین نے جنرل برتیہ کو حکم دیا کہ اِس شخص کا پتہ لگائے - اُسی دن شام کو جنرل نے یہ عجیب خبر سنائی کہ " وہ سپاھی مرد نہیں ھے - عورت ھے - اور بالیموس رسالہ کے ایک افسر کی بیوی ھے " -

دوسرے دن نپولین نے جنرل کو ایک دعوت منعقد کرنے کا حکم دیا - اِس میں بڑے بڑے جنرل ' افسر ' اور اُنکی عورتیں مدعو کی گئی تھیں - خصوصاً میدم فوریس بھی خصوصیت کے ساتھہ بلائی گئی تھی !

(۳)

چنانچہ دعوت کا جلسہ منعقد ھوا - میدم بغیر اپنے شوھر کے بلائی گئی تھی - اُس کے شوھر نے شروع میں تو جانے سے منع کیا - لیکن پھر ڈرا ' اور اجازت دیدی - چنانچہ تمام مہمان جمع ھوئے - حسب معمول نپولین بر آمد ھوا - سب تعظیماً کھڑے ھوگئے - وہ لوگوں سے ھنستا بولتا جنرل تک پہنچا ' جسکے پاس میدم فوریس اور متعدد ممتاز سپہ سالار کھڑے تھے - جنرل قائد اعظم کا خیر مقدم بجا لایا ' تشریف آوری پر شکریہ ادا کیا ' اور ایک پیالی چائے نوش کرلینے کی درخواست کی - درخواست منظور ھوئی ' اور نپولین بیٹھہ گیا - میدم بالکل اُسکے مقابل کھڑی تھی -

میدم فوریس نے دیکھا ' سپہ سالار اُسے پر معنی نظروں سے دیکھہ رھا ھے - وہ بہت کم عمر تھی - شرما گئی - نپولین اُسکی حالت کا بغور مطالعہ کرتا رھا - مگر بالکل خاموش رھا - چائے جلدی سے پیلی ' اور بغیر ایک لفظ کہے جلسہ سے اٹھہ گیا -

مہمانوں نے رات کا کھانا کھایا ' اور کافی پینے لگے - میدم فوریس جس میز پر تھی ' اُس کے ایک طرف جنرل ڈی بوی بیٹھا تھا - دوسری طرف جنرل جونو - آخر الذکر نے کافی کی بھری ھوئی پیالی جان بوجھہ کر اس طرح میدم فوریس پر گرا دی ' کہ سب نے اسے اتفاقی حادثہ سمجھا - لوگ لپکے اور خاتون کا لباس صاف کرنے لگے - جنرل جونو نے اپنی غفلت پر بڑی فصاحت سے ندامت کا اظہار کیا - فوراً کافی کا دھبہ پانی سے دھلوایا گیا جس سے میدم کا لباس اور زیادہ بھیگ گیا - اِس پر جنرل نے کہا " آپ کپڑا خشک کرنے کے لیئے مکان کی بالائی منزل پر چلی جائیئے " میدم چلی گئی - وھاں نپولین منتظر بیٹھا تھا !

(٤)

دعوت کے تیسرے دن میدم کے شوھر فوریس کو حکم ملا کہ جنرل برتیہ سے ملاقات کرے - جنرل نے بڑی بشاشت سے افسر کا خیر مقدم کیا ' اور کہا " درست ! تم بڑے ھی خوش نصیب ھو - کیونکہ فرانس جا رھے ھو - سپہ سالار تمہیں ایک خفیہ مہم پر پیرس بھیج رھا ھے - ایک گھنٹہ کے اندر روانہ ھو جاؤ - یہ لو ' اسکندریہ کے سپہ سالار کے نام حکم ھے کہ تمہارے سفر کیلیے ھر طرح کی سہولتیں بہم پہنچا دے "

فوریس بد حواس ھو گیا - حیران تھا ' کیا جواب دے ؟ آخر کار افسردگی سے جنرل کا شکریہ ادا کیا اور کہا " اگر مجھے فوراً ھی روانہ ھو جانا ھے تو میں اپنی بیوی کو بھی ساتھہ لے جاؤنگا "

جنرل نے غصہ سے کہا " بیوی ! کیا تم یہ سمجھتے ھو کہ ایک ایسے نازک کام میں اپنے ساتھہ اپنی بیوی کو لیجا سکتے ھو ؟ خصوصاً جب کہ راستہ میں انگریزی بیڑہ موجود ھے اور تمہیں قید کر لے سکتا ھے ؟ "

اب غریب فوریس کے لیے بجز اطاعت کے کوئی چارہ کار نہ تھا - وہ ۱۸ - دسمبر سنه ۱۷۹۸ - کو اسکندریہ پہنچا اور فرانسیسی جہاز " شاسور " نامی پر سوار ہوگیا - اس جہاز کا کپتان لارنس تھا -

لیکن فوریس یہ دیکھکر نہایت متعجب تھا کہ اس کا جہاز سیدھا راستہ اختیار کرنے کی جگہ کچھہ عجیب پیچ وخم کے ساتھہ جا رہا ہے - اس نے کپتان سے پوچھا ' تو اس نے کہا " انگریزی بیڑہ ہر طرف منڈلا رہا ہے - اس سے بچ کر چلنا ضروری ہے "

کپتان دراصل سکھایا پڑھایا ہوا تھا - اس سے کہدیا گیا تھا کہ جہاز انگریزوں کے ہاتھہ قصداً گرفتار کرا دیا جائے - چنانچہ ایسا ہی ہوا - چند دنوں کے بعد فوریس انگریزی بیڑہ میں قید تھا - انگریزی جنگی جہاز " لیون " نے فرانسیسی جہاز دیکھہ لیا تھا اور گرفتار کر لیا تھا !

(٥)

یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ اس حادثہ سے غریب فوریس کو کس درجہ صدمہ ہوا ؟ ایک طرف اپنی رفیق حیات کی جدائی کا صدمہ مارے ڈالتا تھا - دوسری طرف اپنی سرکاری مہم کی ناکامی کا داغ تھا - وہ انگریزی جہاز " لیون " کے ایک کمرے میں مقید تھا ' اور رہ رہکر کپتان لارنس کو کوس رہا تھا - اگر اس نے سمندر میں غلط راستہ اختیار نہ کیا ہوتا تو یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا - بڑی مصیبت یہ تھی کہ اب ایک بڑی مدت تک کے لیے وہ آزادی سے محروم ہوگیا تھا - کیونکہ وہ جنگی قیدی تھا - اسلیے اس کی رہائی صرف دو ہی صورتوں میں ہوسکتی تھی - یا تو دونوں حکومتوں میں صلح ہوجائے ' یا باہمدگر جنگی قیدیوں کا مبادلہ کیا جائے - لیکن یہ دونوں صورتیں قریب الوقوع نہ تھیں !

فوریس اپنے غم انگیز خیالات میں محو تھا - یکایک اس کی کوٹھری کا دروازہ کھلا ' اور ایک انگریز داخل ہوا - یہ اس عہد کا مشہور انگریز جاسوس جان بارنت تھا ' جسے نپولین نلسن سے کم خطرناک نہیں سمجھتا تھا -

فوریس نے اس کی صورت دیکھتے ہی خیال کیا کہ غالباً یہ اس مہم اور اس کے مقاصد کے نسبت سؤالات کریگا - جو سرکاری مراسلت لیکر فوریس فرانس جا رہا تھا ' وہ گرفتاری کے وقت ہی اس سے لیلی گئی تھی - سب سے زیادہ صدمہ اسے اسی مراسلت کے دشمنوں کے ہاتھہ پڑجانے کا تھا - وہ اپنے دل میں کہنے لگا " نہیں معلوم اس مراسلت میں کیسے کیسے اہم راز ہونگے جو افسوس کہ دشمنوں کے علم میں آگئے - بہر حال خواہ کچھہ ہی کیوں نہ ہو ' میں ان کم بختوں کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دونگا "

لیکن شدت حیرت سے وہ مبہوت ہوگیا ' جب اس نے دیکھا کہ جان بارنت نے وہی مراسلت جیب سے نکالی ' اور فوریس کو دیتے ہوئے کہا :

" میرے دوست ! یہ تمہارا سر بمہر لفافہ موجود ہے - دیکھہ لو ! ہم نے کھولنے کی بالکل کوشش نہیں کی - اس کی تمام مہریں اپنی اصلی حالت میں قائم ہیں - ہمیں کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کے مضامین سے واقف ہوں - یہ مراسلت تمہیں واپس دیدی جاتی ہے - اے لیلو - شاہی حکم کی رو سے اب تم آزاد ہو - تمہیں عنقریب مصر کے ساحل پر پہنچا کر رخصت کر دیا جائیگا "

یہ بات صورت حال کے اس درجہ خلاف تھی ' کہ کئی لمحہ تک فوریس باور نہ کرسکا - آخر اس نے کہا :

" کیا آپ کا واقعی یہی مطلب ہے کہ یہ مراسلت میں لیلوں ' اور مجھے مصر کے ساحل پر اتار دیا جایگا ؟ "

" یقیناً " انگریز جاسوس نے مسکراتے ہوئے کہا " اس لیے کہ میرے دوست ! جب تم قاہرہ واپس جاؤگے ' تو دیکھہ لوگے کہ تمہاری بیوی بونا پارٹ کی آغوش میں ہے ! "

(٦)

اصل واقعہ یہ ہے کہ نپولین اور میڈم فوریس کے تعلقات کی پوری سرگزشت انگریزی جاسوس نے معلوم کرلی تھی - اسکندریہ اور دمیاط میں ان کے آدمی موجود تھے ' اور الفی بک مملوک کی اعانت سے تمام مصر کی خبریں معلوم کرتے رہتے تھے - جب جان بارنت کو معلوم ہوا کہ نپولین نے فوریس کو اس لیے روانہ کردیا ہے تاکہ مصر سے دور ہوجائے اور وہ خود اس کی بیوی کے ساتھہ بے غل وغش عیش کرے ' تو اس نے انگریزی بیڑہ کے افسروں کو اس کی اطلاع دیدی - جب فرانسیسی جہاز کی گرفتاری کے بعد فوریس کا نام معلوم ہوا تو فوراً پہچان لیا گیا کہ میڈم فوریس کا شوہر یہی ہے - وہ اسے گرفتار رکھنا نہیں چاہتے تھے - کیونکہ اس طرح وہ نپولین کے دلی مقصد کی تکمیل کر دیتے - انہوں نے فیصلہ کرلیا کہ جہانتک جلد ممکن ہو ' اسے مصر واپس کر دیا جائے ' تاکہ نپولین کے سر پر مسلط ہو جائے - انگریزوں کو یقین تھا کہ فوریس جوش انتقام میں اپنے رقیب کو قتل کر ڈالیگا ' اور اس طرح اس بلا سے انہیں نجات مل جائیگی -

(٧)

ادھر مصر میں یہ ہوا کہ فوریس کے روانہ ہوتے ہی اس کی بیوی نپولین کے قبضہ میں آگئی اور شب و روز ساتھہ رہنے لگی - نپولین کا اب اس سے تعلق بالکل علانیہ تھا - چند دن بعد تمام فوج میں یہ خبر پھیل گئی ' اور سپاہی میڈم کو " ہماری مشرق کی ملکہ " کہکر پکارنے لگے !

لیکن ابھی چند ہفتے بھی اس حالت پر نہیں گزرے تھے کہ اچانک فوریس قاہرہ پہنچ گیا - انگریزی جہاز نے نہ صرف اسے مصر پہنچا دیا ' بلکہ اسکندریہ میں ایک انگریزی جاسوس نے تمام ضروری معلومات بھی بہم پہنچا دیں - اسے معلوم ہوگیا کہ نپولین نے قاہرہ میں ایک خاص مکان اسکی بیوی کیلیے مخصوص کر دیا ہے ' اور وہ بڑے امیرانہ ٹھاٹھہ سے وہیں رہتی ہے -

وہ سیدھا اس مکان کی طرف چلا - واقعی اسکی بیوی قیمتی لباس میں ملبوس موجود تھی - شوہر کو اس طرح اچانک دیکھہ کر ڈرگئی ' اور صاف صاف نپولین کے تعلقات کا اقرار کرلیا - اب فوریس کیلیے غیظ و غضب ضبط کرنا ناممکن تھا - اس نے بے تحاشا مارنا شروع کر دیا - یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گیا - اور عورت بے دم ہو کر گر پڑی -

اسکے بعد کیا واقعات پیش آئے ؟ انکی تفصیلات تاریخ تک نہیں پہنچ سکیں - لیکن دو باتوں کا نپولین کے وقائع نگاروں نے ذکر کیا ہے - ایک یہ کہ فوریس نے طلاق کی درخواست پیش کرکے اپنی بیوی سے علحدگی کرلی تھی - دوسری یہ کہ فوریس مصر سے فرانس واپس آ کر عرصہ تک زندہ رہا تھا -

جان بارنت کا خیال تھا کہ فوریس نپولین کو قتل کر ڈالیگا ' لیکن نپولین ایسی ہستی نہ تھی جو اس آسانی سے قتل کر ڈالی جاتی - ابھی اسے زندہ رہنا تھا اور تمام یورپ کو منقلب کر دینا تھا !

باب التفسير

حجة ابراهيمي

آيۂ كريمه " الم تر الي الذي حاج ابراهيم " كي تفسير

قرآن حكيم كا أسلوب بيان اور طريق استدلال

تفسير كا قرآني اور غير قرآني طريقه

(از مولانا ابو الكلام)

(٤)

(آيۂ زير تدبر كي تفسير)

اب آيت زير تدبر پر غور كيجيے :

الم تر الى الذى حاج ابراهيم فى ربه أن اتاه الله الملك ، اذ قال ابراهيم : ربى الذى يحي و يميت ـ قال : انا احى و اميت ـ قال ابراهيم : فان الله يأتى بالشمس من المشرق فأت بها من المغرب ! فبهت الذى كفر ، و الله لا يهدى القوم الظالمين ! (۲ : ۲٦۰)

اے پيغمبر ! كيا تمهيں اُس شخص كا حال نهيں معلوم جس نے محض اِس وجه سے كه خدا نے اُسے پادشاهت دے ركهي تهي ' جهل و غرور ميں سرشار هوكر ابراهيم سے اُس كے پروردگار كے بارے ميں حجت كي ؟ جب ابراهيم نے كها : ميرا پروردگار وه هے جو زنده كرتا هے اور مارتا هے - تو اُس نے كها ' يه تو ميں بهي كر سكتا هوں - ميں جسے چاهوں ' ماردوں - جسے چاهوں زندگي بخش دوں - إس پر ابراهيم نے كها : اچها ' اگر ايسا هي هے تو خدا هميشه سورج كو مشرق سے نكالتا هے - تم مغرب سے نكال دكهاؤ ! يه سنكر وه هكا بكا رهگيا - اور الله كا قانون يه هے كه ظلم كرنے والوں پر هدايت كي راه كبهي نهيں كهلتي !

(۱) سب سے بڑا الجهاؤ جو اس آيت كي تفسير ميں پڑ گيا هے ' وه حضرت ابراهيم كا انداز سخن هے - جب مخاطب نے ايك ايسي بات كے جواب ميں جو اثبات مدعا كيليے قطعي اور نهايت درجه واضح تهي ' جهل و غرور سے ايك نهايت لغو بات كهدي ' تو حضرت ابراهيم نے نه تو اپني بات كي مزيد تشريح كي ' نه مخاطب كو اُس كے جهل و نا فهمي پر متنبه كيا ' بلكه فوراً پهلي بات چهوڑ كر ايك دوسري بات كهدي - " فان الله يأتي بالشمس - الخ " مفسرين نے طرح طرح كي توجيهيں كي هيں ' مگر سر رشتۂ تفسير ميں كچهه ايسي گره پڑ گئي هے كه كوئي ناخن تاويل بهي أسے نهيں كهول سكتا - بڑي تحقيق كي بات جو حضرت امام رازي نے ڈهونڈهه نكالي هے ' يه هے كه يه دو مختلف دليليں نهيں تهيں - ايك هي دليل كي مختلف مثاليں تهيں - ليكن اول تو دونوں دليلوں ميں ربط و مناسبت پيدا كرنے كے ليے سبب و واسطه اور حركت افلاك كي بحثيں پيدا كي گئي هيں ' اور وه اس قدر دور از كار اور بے معني هيں كه انهيں تسليم كرلينا قرآن كو قرآن كي جگه كوئي دوسري چيز بنا دينا هے - ثانياً : خود امام صاحب چار سطر پہلے معترض كي زباني هميں سنا چكے هيں كه رجوع خواه دليل سے كيا جائے خواه مثال سے ' ليكن مستدل كے ليے ضروري هے كه معارض كے جواب كي غلطي ظاهر كردے ' ورنه اُس كا عجز ثابت هوجايگا - پس اگر دليل كو مثال بنانے كي يه ساري مصيبت گوارا بهي كرلي جائے ' جب بهي بات بنتي نهيں - اعتراض جوں كا توں باقي رهجاتا هے -

اصل يه هے كه يه ساري مصيبت اسي ليے پيش آئي هے كه اس مكالمه كو منطقي " مناظره " قرار ديديا گيا هے - مناظره كا مقصود انكشاف حق نهيں هوتا - إسكات خصم هوتا هے - اس ليے مناظر كا فرض هوتا هے كه ايك بات پيش كركے اُس پر اس طرح جم جائے كه خواه زمين و آسمان اپني جگه سے ٹل جائيں ' ليكن وه اپني جگه سے نه هلے - اگر مخاطب كي سمجهه ساتهه نهيں ديتي ' تو هزار مرتبه نه دے - اُس كي بلا سے - وه اُس كا جهل ثابت كرديگا ' اور مخاطب كا جهل ثابت كركے اُسے ذليل اور لا جواب بنا دينا هي اُس كي بڑي سے بڑي جيت هے - باقي رهي يه بات كه جو بات مخاطب كے ذهن نشين كرني تهي ' وه اُس كے دل ميں اتر سكي يا نهيں ؟ تو مناظر كو نه تو اِس كي پروا هوتي هے ' نه فن مناظره كا يه مقصود هے - مناظر صرف يه چاهتا هے كه مخاطب كو ميدان سخن ميں هرا دے - يه مقصود جس طرح بهي حاصل هوجائے ' اُس كي جيت هے - همارے متكلمين كي نظر ميں چونكه انبياء كرام كي بهي سب سے بڑي فضيلت يهي تهي كه وه مناظر اور منطقي هوں ' اس ليے إسي اعتبار سے اس مكالمه پر بهي نظر ڈالتے هيں ' اور قدرتي طور پر چاهتے هيں كه ايك شاطر مناظر كي طرح حضرت ابراهيم بهي اپني بات پر اڑ جاتے ' اور خواه اُن كا مخاطب سمجهه سكتا يا نه سمجهه سكتا ' يه اُسي پر لڑتے جهگڑتے رهتے - اگر اُس نے جهل و غرور سے ايك لغو بات كهدي تهي ' تو چاهيے تها كه يه اُس كي لغويت اور جهالت پر ايك لمبي چوڑي تقرير فرماتے - پهر اگر وه اُس كے جواب ميں بهي كوئي بكواس كر ديتا - تو يه اُس كے جواب الجواب ميں آستنيں چڑها ليتے - يهاں تك كه صرف اپني دليل كي شرح و توضيح اور رد و جواب هي ميں شام كر ديتے !

ليكن همارے مفسرين بهول گئے - انهيں ياد نهيں رها كه ابراهيم خليل ' داعي حق تهے - مناظر و مجادل نه تهے - اور اِسي ايك بنيادي فرق نے انكي راه مناظره و مجادله كي ساري راهوں سے الگ كردي تهي - انكا كام يه نه تها كه كسي خاص دليل پر اڑ جائيں ' يا مخاطب كے إظهار جهل و عجز كا كوئي موقعه هاتهه سے نه ديں - اُن كا كام يه تها كه برگشته دلوں كو سچائي كي راه دكهلا ديں - وه دليلوں كے تحفظ كيليے بلكه حق اور ايمان كي حفاظت كيليے لڑتے تهے - إس مكالمه ميں تو حضرت ابراهيم نے صرف اِتنا هي كيا كه ايك بات چهوڑ كر دوسري بات كهدي ' اور اِسي پر همارے مفسرين

چراغ رہ ہوتا رہے ہیں - لیکن انہیں معلوم نہیں ' انبیاء کرام کا طریق دعوت تو یہ ہے کہ اگر نو سو ننانوے باتیں کہکر چھوڑ دینی پڑیں ' اور ہزاروں بات سے مخاطب کے اندر فہم و بصیرت پیدا ہو سکے ' تو انہیں ایسا کرنے میں بھی کبھی تامل نہ ہوگا - وہ ایک کے بعد ایک ' سینکڑوں باتیں چھوڑتے چلے جائینگے - یہانتک کہ مخاطب کے دل کا دروازہ کہل جاے اور حقیقت اور سچائی کی جھلک دیکھہ لے !

(طبیب اور داعی)

افسوس ' قرآن کہاں لیجانا چاهتا تھا ' اور دنیا نے اسے سر پر رکھکر کدھر کا رخ کیا ! ہمارے مفسرین متکلمین ارسطو کی منطق اور یونانیوں کی دانش فروشیوں میں ایسے گم ہوگئے کہ انہیں دوسری راہوں کی خبر ہی نہ رہی - حالانکہ دنیا میں صرف مناظر اور منطقی ہی نہیں ہوتے - طبیب اور معالج بھی ہوتے ہیں - طبیب کا فرض کیا ہوتا ہے ؟ کیا یہ ہوتا ہے کہ مریض سے اس کی جہالت اور نا دانی کی ایک ایک بات پر لڑے اور مناظرہ کرے ؟ نہیں ' ہزار بار نہیں - اگر طبیب ' طبیب صادق ہے ' تو اس کی ساری قابلیت صرف اسی ایک نقطہ میں مرکوز رہیگی کہ کسی طرح مریض کو شفا حاصل ہو جاے ' اور کسی طرح موت کی جگہ زندگی کا دروازہ اس پر کہل جاے - بسا اوقات ایسا ہوگا کہ وہ مریض کے لیے ایک غذا تجویز کریگا - اصول طب کے لحاظ سے غذا بہترین غذا ہوگی - لیکن طبیب بہتر نسخہ اور بہتر غذا تجویز کر سکتا ہے - بہتر معدہ خلق نہیں کر دے سکتا - بہت ممکن ہے ' مریض کا معدہ اتنا قوی نہ ہو ' کہ اس درجہ کی مقوی غذا کا متحمل ہوسکے - جونہی طبیب کو معلوم ہوگا کہ میری تجویز کی ہوئی غذا اسے پچ نہیں سکتی ' وہ فوراً اسے ترک کر دیگا ' اور دوسری غذا تجویز کر دیگا - اگر دوسری غذا بھی مریض هضم نہ کرسکا ' تو عجب نہیں تیسری غذا تجویز کر دے - بلکہ ہوسکتا ہے ' چوتھی اور پانچویں تک نوبت پہنچے - جب تک مریض غذا هضم نہ ہو سکنے کی شکایت کرتا رہیگا ' طبیب غذا بدلتا رہیگا - وہ کبھی یہ نہیں کریگا کہ ایک ہی غذا تجویز کرکے اس پر اڑ جاے ' اور خواہ بدبخت مریض هضم کرسکے یا نہ کرسکے ! یہ رہی لقمے اسکے حلق میں ٹھونستا رہے - اگر ایسا کریگا ' تو یقیناً وہ طبیب نہ ہوگا ' نوع انسانی کا سب سے زیادہ جاهل فرد اور سب سے بڑا قاتل ہوگا !

انبیاء کرام کے اعمال دعوت کے لیے اگر انسانوں کے کسی عمل سے مشابہت پیدا کی جا سکتی ہے ' تو وہ حکماء کی حکمت اور مناظرین کا مناظرہ نہیں ہے - اطباء کا معالجہ ہے - طبیب جسم کا علاج کرنا چاهتا ہے - انبیاء روح و دل کے روگ دور کرنا چاهتے ہیں - ان کا سلوک بھی اپنے مریضوں کے ساتھہ همیشہ ویسا ہی ہوتا ہے - جیسا ایک طبیب کا ہونا چاهیے - وہ مریض سے مناظرہ کرنا نہیں چاهتے - اسے تندرست کرنا چاهتے ہیں - وہ بسا اوقات علم و یقین کی ایک دماغی غذا مریض کے سامنے رکھتے ہیں - غذا ہر طرح مفید اور بہتر سے بہتر ہوتی ہے - لیکن انہیں معلوم ہوجاتا ہے کہ جہل و ضلالت نے مریض کی فکری حالت اس درجہ خراب کردی ہے ' کہ یہ غذا اس کا دماغ هضم نہیں کرسکتا - یعنے اس کی سمجھہ کی کجی اور دل کی گمراہی ساتھہ نہیں دیتی - جونہی انہیں اس حالت کا احساس ہوتا ہے ' ایک طبیب حاذق کی طرح فوراً غذا بدل دیتے ہیں ' اور کوئی دوسری غذا جو اس کا معدۂ فکر هضم کرسکے ' سامنے رکھدیتے ہیں - انہیں اس بات کی بالکل پروا نہیں ہوتی کہ پہلی غذا کیوں بدلنی پڑی ؟ اس لیے کہ مقصود کسی خاص غذا کا کھلادینا نہیں ہے ' بلکہ ایسی غذا کا کھلانا ہے جو مریض ٹھیک طور پر هضم کر سکے - هضم کی استعداد کے لحاظ سے ہر مریض کی حالت یکساں نہیں ہوتی - ایک مریض کے لیے دودھہ سے زیادہ زود هضم غذا کوئی نہ ہوگی - لیکن یہی دودھہ دوسرے مریض کے لیے ناقابل هضم ہوگا - جو حال جسم کے لیے معدہ کا ہے - وہی حال دماغ کے لیے فکر کا ہے - ذہن و فکر کا ایک بیمار ایسا ہوگا جو ایک خاص طرح کی دانائی قبول کرلے سکتا ہے ' لیکن ایک دوسرے بیمار دل کے لیے وہی بات ناقل فہم و تاثر ہوگی - انبیاء کرام علم و یقین کی بہتر سے بہتر دانائی رکھتے ہیں ' لیکن دماغ و فکر پیدا نہیں کر دے سکتے - دودھہ کے بہتر غذا ہونے پر کون حرف لا سکتا ہے ؟ لیکن اس کا کیا علاج کہ بد نصیب مریض نے اپنا معدہ کھو دیا ہے اور دودھہ جیسی سادہ اور زود هضم غذا بھی هضم نہیں کرسکتا ؟

یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ کہ : انك لا تهدى من احببت ، و لكن الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم ! (۲۸ : ۵٦) حالانکہ انبیاء کرام کے ہادی ہونے پر خود قرآن بار بار شہادتیں دے چکا ہے کہ : و انك لتهدى الى صراط مستقيم ! (۴۲ : ۵۲) تو مطلب یہی ہے کہ پہلی قسم کی آیات میں استعداد اور قابلیت خلق کرنے کی نفی ہے ' اور دوسری میں استعداد رکھنے والوں پر سچائی کی راہ کھولدینے کا اثبات ہے -

(بابل کا طبیب حق)

کئی ہزار برس گزرے ' اس بیمارستان ہستی میں ایک طبیب حق ابراہیم خلیل بھی تھے - ان کا سابقہ بابل کے ایک مریض سے پڑا - یہ پادشاہی کے گھمنڈ کا روگی ' اور جہل و طغیان کی بیماریوں سے بد حال تھا - انہوں نے اس کے سامنے علم و بصیرت کی ایک غذا رکھی : " ربى الذي يحيى و يميت " میرا تو اس پروردگار پر ایمان ہے جس کے قبضۂ و تصرف میں ہماری موت و حیات ہے - یہ بہتر سے بہتر غذا تھی جو شک اور انکار کے کسی مریض کے لیے ہوسکتی ہے - لیکن مریض اپنے معدہ کی صلاحیت بالکل کھو چکا تھا - وہ اتنی ہلکی اور سادہ غذا بھی هضم نہ کرسکا - جہل و طغیان کے ہیجان میں بول اٹھا " انا احي و اميت " اگر تمہارے پروردگار کی یہی صفت ہے تو یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ اختیار میں ہے - جسے چاہوں ہلاک کر ڈالوں - جسے چاہوں ' زندگی بخش دوں - یہ جواب سن کر حضرت ابراہیم کو معلوم ہوگیا کہ غذا گو بہتر تھی ' لیکن مریض کے معدے میں اتنی بھی صلاحت نہیں کہ اسے هضم کر سکے - انہوں نے فوراً پہلی قاب هٹالی ' اور ایک دوسری غذا پیش کردی : " فان الله يأتي بالشمس من المشرق ' فأت بها من المغرب !" اچھا ' اگر ایسا ہی ہے ' تو دیکھو ' یہ سورج ہمارے سروں پر چمک رہا ہے - یہ ہر روز پورب سے نکلتا ہے اور پچھم کی طرف ڈوب جاتا ہے - تم اسے ایک مرتبہ پچھم سے نکال دکھاؤ ! یہ غذا ٹھیک اسکے معدہ کی استعداد کے مطابق تھی - حلق سے اتری ' اور هضم ہوگئی : " فبهت الذي كفر " اب اس میں کچھ بحثی کا دم خم نہ رہا - دم بخود ہوکر رہگیا !

خدا را غور کیجیے - بات کتنی صاف اور دلاویز تھی ' اور لمفسرین نے اسے کس طرح مشکلوں اور پیچیدگیوں کا گورکھہ دھندا بنا دیا ہے ؟ اگر حضرت ابراہیم کا طریق بیان مجادلانہ ہوتا - ہدایت کا نہ ہوتا - تو وہ اپنی پہلی بات ہی پر مخاصم سے الجھہ پڑتے '

وہ کہتے "میرا مطلب جلانے مارنے سے یہ نہیں ہے جو تم سمجھتے ہو - نتیجہ یہ نکلتا کہ اصل مدعا کی جگہ ایک خاص دلیل اور اس کے مفہوم کی بحث چھڑ جاتی ' اور مخاصم کے لیے حقیقت کے فہم و بصیرت کا موقعہ ہی نہیں آتا - لیکن اُن کی راہ ہدایت و دعوت کی راہ تھی - اُنھوں نے ایک دقیقہ کے لیے بھی اپنی نظر اصل مدعا سے نہیں ہٹائی - جونہی معلوم ہوا کہ پہلی بات اپنے جہل و غرور کی وجہ سے وہ نہیں سمجھ سکا ہے ' تو بغیر کسی تامل کے اُسے چھوڑدیا - ایک دوسری بات پیش کر دی - یہ بات اس کی فکری استعداد کے ٹھیک مطابق تھی - نتیجہ یہ نکلا کہ تیر نشانہ پر لگ گیا - اگر حضرت ابراہیم کو ایک بات چھوڑنے کی جگہ ایک ہزار باتیں چھوڑنی پڑتیں ' جب بھی انھیں اس میں تامل نہ ہوتا !

(مکالمہ کی تفسیر)

(۳) میں نے سب سے پہلے مکالمہ کے اسی پہلو پر نظر ڈالی ' کیونکہ بغیر اسکے اُس کی حقیقی نوعیت واضح نہیں ہو سکتی تھی - اب آیات کی ترتیب بیان کے مطابق پورے مکالمہ کی تفسیر سمجھہ لیجیے

" أن اتاہ اللہ الملک " کی تفسیر اور اس کی ضمیر کے مرجع کے تعین میں مفسرین نے بیکار دماغ سوزی کی ہے - حالانکہ مطلب بالکل صاف تھا - یہ قرآن حکیم کا معجزانہ ایجاز بلاغت ہے کہ صرف ایک جملہ کہکر معاملہ کی پوری نوعیت آشکارا کردی - جس انسان نے حضرت ابراہیم سے اُن کے رب کے بارے میں کج بحثی کی تھی ' قرآن واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اُس نے ایسا کیوں کیا تھا ؟ کونسی چیز تھی جس نے اُسکے اندر گمراہی کا ایسا طغیان اور سرکشی کا ایسا ہیجان پیدا کر دیا کہ پروردگار عالم کا نام سنکر بھی اپنے تکبر اور خود پرستی کے دعوں سے باز نہیں آیا ؟ " أن اتاہ اللہ الملک "! - یہ سب کچھہ اسلیے تھا کہ وہ پادشاہ تھا - یعنی یہ تاج و تخت کی بڑائی اور حکومت کے فانی اختیارات کا گھمنڈ تھا ' جس نے اُسے اس درجہ مغرور اور بر خود غلط بنا دیا تھا - اس تصریح سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قرآن حکیم کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ شخص شخصاً خدائی کا مدعی تھا - کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کیوں کہا جاتا کہ " ان اتاہ اللہ الملک " پس معلوم ہوا ' یہ پادشاہت کا گھمنڈ تھا ' اور پادشاہت کے گھمنڈ سے گمراہی کی ایسی ہی فکری حالت پیدا ہو جایا کرتی ہے -

" حاج ابراہیم فی ربہ " سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم نے جب اُس پادشاہ کو ظلم و استبداد اور فساد و طغیان پر سرزنش کی ' اور پروردگار عالم کے احکام سے سرکشی کرنے کے نتائج سے ڈرایا ' تو وہ حضرت ابراہیم سے کج بحثی کرنے لگا - یعنی اُس خدا کے بارے میں کج بحثی کرنے لگا جس کی مدد و نصرت کے بھروسہ پر وہ تن تنہا ایک جابر و قاہر پادشاہ کا مقابلہ کر رہے تھے ' اور ڈرنے کی جگہ ڈرا رہے تھے ! چونکہ وہ اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرنے کے سوا اور کسی طریق عبادت سے آشنا نہ تھا ' اس لیے اُس نے کہا : وہ تمہارا خدا کون ہے اور کہاں ہے جس کی مدد کے بھروسے پر میرے سامنے آکھڑے ہوئے ہو ' اور مجھہ جیسے طاقتور پادشاہ کو بے باکانہ سرزنش کرنے کی جرأت کرتے ہو ؟ حضرت ابراہیم نے اس کے جواب میں کہا : " ربی ' الذی یحیی و یمیت " - تمہارے دیوتاؤں کی طرح میرا کوئی خاص دیوتا نہیں ہے - میرا ایمان تو اُس پروردگار عالم پر ہے جس کے قبضہ و تصرف میں تمام مخلوقات کی موت و حیات ہے -

حضرت ابراہیم کا یہ ارشاد کوئی فلسفیانہ استدلال نہ تھا - اُنھوں نے ایک ایسی سیدھی سادی بات کہدی تھی ' جس کا فطری طور پر ہر انسان کے دماغ میں اذعان موجود ہے - بشرطیکہ اُس نے اپنی خلقی بصیرت بالکل ضائع نہ کردی ہو - ہر انسان وجدانی طور پر محسوس کرتا ہے کہ موت و حیات ایک ایسی چیز ہے ' جس کا اختیار صرف اُسی ذات کے ہاتھہ میں ہے جو اِس تمام کارخانۂ ہستی کی خالق ہے - اُس کے سوا کوئی نہیں جو زندگی کا بخشنے والا اور پھر زندگی پر موت طاری کر دینے والا ہو - بات بالکل صاف اور واضح تھی - لیکن بابل کا متکبر پادشاہ جو اپنی پادشاہی کی طاقتوں کے نشہ میں چور تھا ' حضرت ابراہیم کو زک دینے کے لیے اور ان کی دعوت ایمانی کی تحقیر کے لیے بول اُٹھا " انا احی و امیت " واہ ' یہ تمہارے خدا کی کونسی بڑی طاقت ہوئی کہ مارتا ہے اور جلاتا ہے - یہ بات تو مجھے بھی حاصل ہے - ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جان میرے قبضۂ و تصرف میں ہے - میں پادشاہ ہوں - جسے چاہوں قتل کر ڈالوں ' جسے چاہوں بخشدوں -

بلا شبہ یہ جواب انتہا درجہ جہل و ضلالت کا جواب تھا - حضرت ابراہیم نے کیا بات کہی تھی ' اور اس مغرور نے اُس کا مطلب کیا سمجھا - لیکن چونکہ حضرت ابراہیم کا طریق مخاطبت " ہدایت " کا طریقہ تھا - " جدل " کا نہ تھا ' اسلیے اُسکی جاہلانہ بات پر بالکل متوجہ نہ ہوے - وہ سمجھہ گئے - غذا اگرچہ نہایت عمدہ غذا تھی ' لیکن اس بیمار کا معدہ ہضم نہ کرسکا - اسے دوسری غذا دینی چاہیے - چنانچہ انھوں نے فوراً دوسری بات فرما دی " فان اللہ یاتی بالشمس الخ " یہ بات سنکر اس متمرد کی ساری کج بحثی ختم ہوگئی ' اور اچانک حقیقت کی جھلک سامنے آ گئی - موت اور حیات والی بات اگرچہ ایک حق پسند انسان کیلیے نہایت واضح بات تھی ' لیکن اس مغرور و جاہل کی فکری حالت شدت طغیان و غفلت سے اس قدر مسخ ہو چکی تھی ' کہ کج بحثی کی ایک راہ نکال ہی لی - لیکن یہ دوسری بات اُس کی فکری حالت کے مطابق اس درجہ اوقع فی النفس تھی ' کہ حقیقت کی طرف سے آنکھہ بند کر لینے کا کوئی موقعہ باقی نہ رہا - سورج سر پر چمک رہا تھا - اور وہ ہر روز کی طرح آج بھی مشرق ہی سے نکلتا ہوا دکھائی دیا تھا ' اور مغرب ہی کی طرف غروب ہونے کیلیے ڈھل رہا تھا - صدیوں سے ' ہزاروں برس سے ' ہمیشہ سے ' ایساہی ہوتا چلا آیا ہے - کبھی ایسا نہیں ہوا ہے کہ اُسکی مقررہ رفتار میں یا طلوع و غروب کی جہتوں میں فرق پڑا ہو - پھر کیا دنیا کا کوئی حکمران ' دنیا کا کوئی شہنشاہ ' دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی ایسی ہے جو ایک دن کیلیے اُس کا رخ بدل دے ؟ ایک دن کے لیے نہیں ' ایک گھنٹہ کیلیے ' ایک دقیقہ کیلیے ' اُسکی رفتار میں اپنی مرضی سے فرق ڈال دے ؟ یہ حقیقت تھی جو اُس جاہل و مغرور کے سامنے نمایاں ہو گئی - اگرچہ اُس کی غفلت و شقاوت اس درجہ تک پہنچ چکی تھی کہ وہ اب بھی سر جھکانے کیلیے طیار نہیں تھا ' لیکن حقیقت کے سامنے آ جانے کے بعد شوخ چشمی سے کج بحثی کرنے کا دم خم بھی نہیں رہا تھا : " فبہت الذی کفر " - اور چونکہ باوجود حقیقت کے نمایاں ہو جانے کے وہ اعتراف حق پر آمادہ نہیں ہوا ' اسلیے فرمایا " و اللہ لا یہدی القوم الظالمین " خدا کا قانون

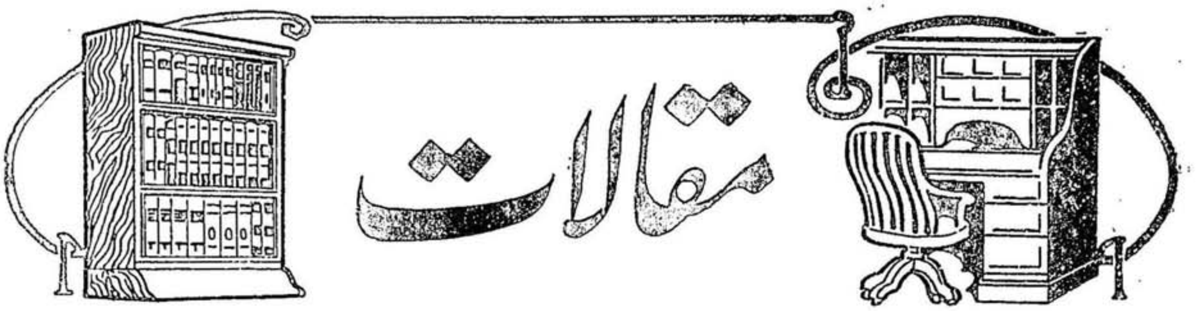

هدایت یہي ہے کہ جن لوگوں نے ظلم و طغیان کي راہ اختیار کرلي ہے ' اُن پر ہدایت و سعادت کي راہ نہیں کہلتي !

(منطقي شبہات)

(۴) ہمارے مفسرین کو صرف اسي کي فکر نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کو منطقي اور مناظر ثابت کر دکھالیں ' بلکہ وہ نمرود کے لیے بھي بہت متفکر ہیں - اُن کي کوشش یہ ہے کہ اُس کي کوئي بات بھي فلسفیانہ دقیقہ سنجي سے خالي نہ جائے - چنانچہ اُس کے اس قول کي توجیہہ میں کہ " انا احي و امیت " حضرت امام رازي نے بڑي بڑي کاوشیں کي ہیں ' اور بالاخر اِسے واسطہ اور سبب کے جھگڑوں میں لے گئے ہیں - لیکن اب آپ سمجھہ گئے ہونگے کہ یہ تمام کاوشیں قطعاً دور از کار اور بے معني ہیں - قرآن حکیم اس جاہل متمرد کا جہل و غرور دکھلا رہا ہے - ہمارے متکلمین کي طرح اُسے فیلسوف ثابت کرنا نہیں چاہتا - یہ تمام توجیہیں بھي کہ اُس نے ایک واجب القتل قیدي کو چھوڑ دیا تھا اور ایک کو قتل کردیا تھا ' قطعاً غیر ضروري اور مکالمہ کي حقیقت سے دور لیجانے والي ہیں - " انا احي و امیت " کا صاف مطلب وہي ہے جو ایک مغرور اور بر خود غلط پادشاہ کا ہمیشہ اِسے متکبرانہ دعووں سے ہوا کرتا ہے -

(۵) اب آپ نے سمجھہ لیا ہوگا کہ جس قدر شبہات پیدا ہوئے تھے ' في الحقیقت اُن میں سے کسي شبہ کي بھي یہاں گنجایش نہیں - بڑے شبہات امام صاحب کے اور آپ کے پیدا کیے ہوئے یہ تھے کہ نمرود اگر مدعي تھا تو دلیل اُسے پیش کرني تھي' نہ کہ حضرت خلیل کو' اور جب حضرت خلیل نے ایک دلیل پیش کردي تو اُس سے رجوع کیوں کیا؟ لیکن یہ تمام شبہات غیر متعلق ہوجاتے ہیں جب واضح ہوجاتا ہے کہ نہ تو یہ مناظرہ مصطلحۂ فن تھا ' نہ مخاصم کي حیثیت مدعي کي تھي ' اور نہ انبیاء کرام مناظرانہ طریقہ سے رد و کد کرتے ہیں - باقي رہا یہ شبہ کہ جب مخاصم نے پہلي بات کے جواب میں ایک جاہلانہ دعوی کردیا تھا ' تو دوسري بات کے جواب میں بھي کوئي نہ کوئي بات کہدے سکتا تھا ' تو اس شبہ کي بھي اب کوئي گنجایش نہیں رہي - یہ شبہ اس لیے پیدا ہوا تھا کہ " فبہت الذي کفر " کے معني مناظرہ میں لا جواب ہوجانے کے سمجھے گئے تھے - لیکن جب واضح ہوگیا کہ " بہت " سے یہاں مقصود بات بنانے میں لا جواب ہوجانا نہیں ہے ' بلکہ ایک سچي بات سے متاثر ہو کر ہکا بکا رہجانا ہے ' تو ظاہر ہے ' یہ شبہ کیوں وارد ہو؟ جب ایک حقیقت جس کے جھٹلانے اور نہ دیکھنے کي وہ کوشش کر رہا تھا ' اس کے سامنے بے نقاب ہوگئي ؛ تو اُس میں کچھ بحثي کا دم خم باقي نہ رہا - لاچار اور دم بخود ہوکر رہگیا -

جدید مذہب روحی

تاریخ ظہور ' موافقین و مخالفین ' اور نقد و تبصرہ

تقریباً تین ماہ گزرے ' مطبوعات جدیدہ کے سلسلہ میں ایک کتاب کا ذکر ان صفحات پر کیا گیا تھا ' جس میں سر کونن ڈائیل کے بعض مضامین یورپ کے جدید مذہب روحي کي تائید میں شائع ہوئے تھے - اس تحریر کے آخر میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ آیندہ اس موضوع پر تفصیل کے ساتھہ نظر ڈالینگے -

اس تحریر کي اشاعت کے بعد ' قارئین الہلال میں سے متعدد حضرات نے اس موضوع سے اپني غیر معمولي دلچسپي ظاہر کي' اور بار بار اصرار کیا کہ اس بارے میں تفصیل کے ساتھہ بحث کي جاے - آج ہم چاہتے ہیں ' ایک سلسلۂ مقالات اس موضوع پر شروع کریں - اس سلسلہ میں حسب ذیل امور یکے بعد دیگرے بحث و بیان میں آئینگے :

(۱) جدید مذہب روحي کے ظہور و اشاعت کي مختصر تاریخ
(۲) موافق اور مخالف علماء کے آراء
(۳) بعض مشہور اور علمي نوعیت کے تجارب اور عملیات
(۴) موافقین و مخالفین کي رائیوں کا موازنہ اور تبصرہ

(ظہور و اشاعت کي تاریخ)

سنہ ۱۸۵۶ - میں نیو یارک امریکہ کے ایک گاؤں ہیڈس ویل نامي میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا - جان فاکس نامي ایک شخص کا خاندان ہر روز اپنے گھر میں ایک خاص قسم کي کھٹ کھٹ سنا کرتا تھا - ایک دن مسز فاکس نے جرأت کرکے اس آواز کو مخاطب کیا :

" کیا تم کوئي روح ہو؟ "

پھر اُس سے طے کیا کہ جواب میں اثبات کي علامت ایک خاص طرح کا کھٹکا ہے ' اور نفي کي علامت ایک خاص طرح کا - چنانچہ سوال و جواب ہوتے رہے ' اور عورت کو معلوم ہوگیا کہ آواز واقعي ایک روح کي ہے جو اِسي گھر میں رہتي ہے - پڑوسیوں نے ایک آدمي اِس مکان میں قتل کرکے دفن کر دیا تھا اور اُس کا مال لوٹ لیا تھا - یہ اُسي کي روح ہے -

عورت نے فوراً پولیس کو خبر پہنچائي - حکام نے آکر اُسي طریقے پر روح کا بیان اپنے کانوں سے سنا - پھر وہ مقام کھودا گیا جہاں روح نے لاش مدفون بتائي تھي - لاش مل گئي' اور بالاخر قاتلوں کا پتہ بھي چل گیا !

روح کا ابتدائي ظہور
جيسا کہ استحضار ارواح کے معتقدوں کا خيال ہے

اِس واقعہ کے بعد روح کي بے قراري دور ہوگئي ' ليکن مسٹر جان فا کس کي دونوں لڑکيوں کے پاس وہ برابر آتي جاتي رهي - يہاں تک کہ يہ لڑکياں اُس سے از حد مانوس ہوگئيں - پھر اُس کے ساتھہ کئي دوسري روحيں بھي آنے لگيں ' اور بات چيت کا طريقہ بھي زيادہ صاف اور معين ہوگيا - صورت يہ ہوئي کہ ايک بہن حروف ابجد ايک ايک کرکے پڑھتي جاتي تھي ' اور ہر حرف پر روح ايک يا دو مرتبہ کھٹکھٹا ديتي تھي - اِس طرح تمام حروف کي علامتيں طے پاگئيں ' اور گفتگو آساني سے سمجھي جانے لگي -

ايک دن روح نے آکر دونوں بہنوں سے درخواست کي کہ وہ ايک اعلان عام کے ذريعہ نيويارک کے کسي بڑے ايوان ميں لوگوں کو جمع کريں اور روح کے وجود و بقا کا ثبوت پيش کر ديں - مگر بہنوں نے اِس سے انکار کيا - وہ ڈرتي تھيں ' لوگ اُنھيں جادوگر خيال کرينگے - ليکن روح نے اصرار کيا " ميں انسانوں کو يقين دلانا چاهتي هوں کہ روح کبھي فنا نہيں ہوتي - محض اِسي غرض سے ميں نے تم سے تعلقات قائم کرنے کي يہ سخت تکليف برداشت کي هے - اب اگر تم ميري درخواست منظور نہيں کروگي ' تو تم سے قطع تعلق کرلونگي " بہنوں نے اب بھي انکار کيا - اِس پر روح نے اپني آمد و رفت موقوف کردي !

دونوں بہنيں روح کي ناراضگي سے نہايت غمگين ہوئيں - کيونکہ وہ اُس سے حد درجہ مانوس ہوچکي تھيں - مجبوراً اُنھيں روح کا کہنا ماننا پڑا ' مگر اِس شرط پر کہ پہلے وہ تھوڑے آدميوں کے روبرو يہ بات پيش کرينگي - پھر بتدريج عام مجمعوں کے سامنے ظاهر ہونگي - روح نے يہ شرط منظور کرلي ' اور دونوں بہنوں نے نجي کے مکانوں ميں خاص خاص علماء کے سامنے يہ حيرت انگيز امور ظاهر کرنا شروع کر ديے - پھر بتدريج جرأت پاکر عام اجتماعوں ميں بھي تقريريں کيں - لوگوں نے يہ تمام امور ديکھے ' اور ہر طرح کي احتياطيں کي گئيں ' مگر کسي فريب کا پتہ نہ لگا سکے - تھوڑي هي مدت ميں يہ خبريں تمام ملک ميں مشہور ہوگئيں ' اور ہر جگہ اُن کا چرچا ہونے لگا -

سب سے پہلے مسٹر اڈمونڈس امريکن مجلس خواص کے صدر کو اِس معاملہ کي تحقيقات کا خيال پيدا ہوا - اُس نے علمي طور پر ہر پہلو سے جانچ کي - ليکن بالآخر اُس کي صحت پر ايمان لے آيا ' اور اپني تحقيقات کے نتائج اخبارات ميں شائع کر دیے - اِس تحرير کے شايع ہوتے هي تمام امريکہ ميں ہلچل پڑگئي - اخبارات نے بري طرح اُس پر لے دے شروع کردي - بالاخر وہ مجبور ہوا کہ اپنے عہدے سے دست بردار ہوجائے اور آزادي کے ساتھہ اُس حقيقت کي مزيد تحقيق و تجربہ ميں مشغول ہوجائے - چنانچہ اُس کي سعي و همت سے اِس نئے مذهب کو بہت شہرت حاصل ہوگئي -

اُس کے بعد پروفيسر مابس ' جو امريکن اکاڈيمي ميں علم کيميا کے ماہر تھے ' اِس جانب متوجہ ہوئے - اُنھوں نے بھي اس کي تصديق کي ' اور اپنے نتائج بحث پوري جرأت سے شايع کرديے -

اِن کے بعد پروفيسر روبرٹ هير اِس ميدان ميں آئے - طويل بحث و نظر کے بعد يہ بھي اس کے قائل ہوگئے - اور ايک نفيس کتاب " نفسي ظواهر پر مباحث " کے نام سے شايع کي -

اِن تحريروں کا نتيجہ يہ ہوا کہ عام بحث شروع ہوگئي - امريکا ميں کوئي عالم بھي ايسا نہ تھا جس نے موافقت يا مخالفت ميں کچھہ نہ کچھہ نہ لکھا ہو -

امريکا سے يہ مذهب انگلستان پہنچا - يہاں سب سے پہلے مشہور کيمياوي ژليم کروکس نے اُس پر نظر ڈالي - بعض انگريز رسيطوں کے ذريعہ خود بھي تجربے کيے بالاخر اس کي صداقت کا معترف ہوگيا ' اور ايک کتاب بھي اسکي تائيد ميں لکھکر شايع کي - اِس کتاب کا نام بھي " نفسي ظواهر پر مباحث " تھا - اِس ميں وہ ايک مقام پر لکھتا هے :

" چونکہ ميں اِن واقعات کي پوري طرح تحقيق کر چکا هوں ' اِس ليے يہ ميري سخت اخلاقي بزدلي ہوگي اگر اپني شہادت محض اِس خوف سے مخفي رکھوں ' کہ لوگ اُس کا مضحکہ اڑائيں گے - يہ وہ لوگ هيں جو اِس بارے ميں کوئي علم نہيں رکھتے - اُن کے پاس کوئي يقين اور برهان نہيں هے - ليکن ميں نے اِس معاملے کي پوري طرح تحقيق کرلي هے ' اور اُس کي حقانيت پر پختہ يقين رکھتا هوں "

روح کا تمثل اور تشکل
جيسا کہ اِس مذهب کے معتقدين کا خيال هے

پھر جب یہي عالم رائل سوسائٹي کا صدر منتخب ہوا ' تو اُس نے اپني صدارتي تقرير ميں اِس مذهب کي طرف اشارہ کرتے هوے کہا :

" ميں نے مسلسل ۳۵ - سال اِس مذهب کي تحقيق کي هے - بہت سي نئي معلومات بهي حاصل کي هيں - ميں عنقريب ايک نئي کتاب شايع کرنے والا هوں "

اِس مذهب کے ابتدائي ماننے والوں ميں ايک جليل القدر نام الفرڈ رسل ويلس کا بهي هے - يہي وہ مشہور عالم هے جس نے ٹهيک اُسي زمانہ ميں مذهب نشؤ و ارتقاء کا اکتشاف کيا تها ' جبکہ ڈارون کو اُس کا سراغ ملا تها - اِس نے اِس مذهب کے بارے ميں دو مستند کتابيں " دور جديد کے معجزات " اور " مذهب روحي کي مدافعت " کے نام سے شايع کيں - اول الذکر کتاب ميں لکهتا هے :

" ميں سراسر ملحد تها - اپنے مادي مذهب کے سوا کسي بات پر بهي يقين نہيں رکهتا تها - ميں تصور بهي نہيں کر سکتا تها کہ اِس عالم ميں مادہ اور اس کي قوت کے سوا کوئي روحاني زندگي بهي موجود هے - ليکن ميں نے بے شمار تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اپنے آپ کو مجبور پايا کہ اِس جديد مذهب کي تصديق کروں - ...... يہ اُس وقت کي بات هے جب ميں روح کے وجود کا قائل نہ تها - بہت مدت کے بعد مجهے مان لينا پڑا کہ يہ امور واقعي روح هي کے ذريعہ واقع هوتے هيں ' کيونکہ اُن کي کوئي دوسري تعليل ممکن هي نہيں هے "

مشاهير علماء ميں ايک اٹالين عالم لومبروزو Lombroso هے - يہ علم الجرائيم کا باني هے - پہلے يہ اِس مذهب کا سخت مخالف تها اور اس کے ماننے والوں کو مجنون قرار ديتا تها - ليکن تحقيقات اور ذاتي تجربہ کے بعد اُس کا پر جوش حامي بن گيا - اُس نے مشہور فرنچ عالم فلکيات فلا مريون Camille Flammarean اور فرنچ اکاڈيمي کے پروفيسر چارلس ريشيے کے ساتهہ ملکر اِس مذهب کا طويل مطالعہ کيا اور اپني تحقيقات کے نتائج ايک کتاب کي صورت ميں شائع کيے - اس کتاب کے مقدمہ ميں وہ لکهتا هے :

" اپني خاص علمي تربيت اور نفسي ميلان کي بنا پر ميں مذهب روحي کا سب سے بڑا دشمن تها - مجهے يہ بات بالکل بديهي معلوم هوتي تهي کہ هر قوت مادہ هي کا ايک خاصہ هے ' اور هر فکر ' دماغ هي کا ايک فعل هے - اس کے سوا ميں کچهہ تصور هي نہيں کر سکتا تها - ميں اِس مذهب کے ماننے والوں کا مضحکہ اڑايا کرتا تها - ليکن حق و حقيقت پر ميري فريفتگي بالاخر ميرے ميلان نفس پر غالب آگئي - مسلسل تجربوں اور مشاهدوں کے بعد اب مجهے اس پر پورا يقين هے "

اِن کے بعد پروفيسر هاڈسن ' پروفيسر ميرس (کيمبرج) سٹڈون موزس (آکسفورڈ) سر جان کاکس ' پروفيسر پارکس ' مسٹر گلاڈسٹون ' مسٹر بالفور وغيرہ انگريز علماء اور مدبروں نے بهي اِس کي تحقيقات کي ' اور اعتراف پر مجبور هو گئے -

اِسي طرح فرانسيسي علماء ميں قابل ذکر چارلس ريشيے کيميلؔ فلا مريون ' ڈاکٹر مکسويل ' پيير کانيہ ' پير دورو ' پاراڈوک وغيرہ هيں - جرمني اور امريکا کے بہت سے اقطاب علم بهي اِس کے معتقد هو چکے هيں - اُن کے نام اور مباحث آيندہ اپنے محل ميں آئينگے -

مشہور فرانسيسي عالم فلسفہ ' حان رينو نے سنہ ۱۸۹۵ع ميں کہا تها :

" يہ فرض نہيں کيا جاسکتا کہ يہ تمام علماء فريب اور تدليس کے ذريعہ ' اوهام و خرافات کي برباد شدہ حکمراني پهر قائم کر ديني چاهتے هيں - اِس خيال کي بهي گنجائش نہيں کہ يہ لوگ بالکل سادہ لوح هيں ' اور اپني حماقت کي وجہ سے اِن امور پر يقين لے آئے هيں ' کيونکہ علمي تجارب ميں ان اکابر علم کي دقت نظر معلوم و مسلم هے "

علم نفسيات کا مشہور ماهر پيير جاني اپني کتاب ميں جو اِسي موضوع پر هے ' لکهتا هے :

" مذهب روحي ' هر اعتبار سے دقيق مطالعہ اور اصولي بحث کا مستحق هے - اِس ميں شک اور تضحيک کي بالکل گنجائش نہيں هے - هميشہ فريب ' فريب ' پکارتے رهنا بهي صحيح نہيں هے - کيونکہ يہ تحريک جس نے يورپ ميں اپنے بے شمار مراکز قائم کرليے هيں اور عقلاء و علماء کا ايک جم غفير اُس کا علم بردار بن گيا هے ' سراسر دهوکا اور فريب نہيں هوسکتي - ضرورت هے کہ منکرين ايمانداري کے ساتهہ اُس کا مطالعہ کريں "

پروفيسر چارلس ريشيے (رکن فرانسيسي اکاڈيمي اور مدرس طبي يونيورسٹي) اپنے ايک مقالہ ميں جو اُسکے مقالات کے مجموعہ مطبوعۂ سنہ ۱۸۹۳ ميں شايع هوا هے ' لکهتا هے :

" يہ ناممکن هے کہ انگلستان ' امريکا ' فرانس ' جرمني ' اٹلي کے يہ تمام علماء و فلاسفہ فريب خوردہ هوں - منکرين ' روحي مذهب پر جتنے بهي اعتراض کرتے هيں ' سب کے سب اِن علماء کے پيش نظر تهے - فريب سے بچنے کے ليے بهي يہ پوري احتياط برتتے تهے - ميں هرگز تسليم نہيں کرسکتا کہ يہ تمام عقلاء سراسر وهم و مکر کا شکار هوگئے هوں "

مشہور فرانسيسي عالم گبريل دولاں اپني کتاب ميں جو محاضرات ارواح پر لکهي هے ' لکهتا هے :

" جب رابرٹ هير ' موابس ' اور اڈمون کے درجہ کے لوگ امريکا ميں ' اور کروکس ' ويلاس ' لواج ' انگلستان ميں ' اکزاکوف ' بٹرولوف ' روس ميں ' فيشنر ' زولڈ ' جرمني ميں ' کسي بات کي صحت پر زور ديں ' تو هم يہ تسليم کرلينے پر مجبور هو جائينگے کہ يہ بات ضرور کوئي علمي حقيقت هے ' اور هر لحاظ سے بحث و نظر کي مستحق هے - مذهب روحي کا بهي يہي حال هے - يہ علماء اُس کے معتقد هيں - لہذا اُسے سراسر خرافات قرار دينا ' عقلمندي سے بعيد هے "

يہ عجيب بات هے کہ اِس مذهب کے تقريباً تمام ماننے والے مشاهير علماء ' شروع شروع ميں اِس کے سخت مخالف تهے ' اور اِس کي تحقيق پر محض اِس ليے مستعد هوئے تهے کہ روحانيات کا فريب طلسم توڑ کر ضعيف الاعتقاد انسانوں کو نجات دلائيں ' مگر تحقيقات کے بعد اُن کي رائے بدل گئي ' اور خود معترف و مصدق هوگئے !

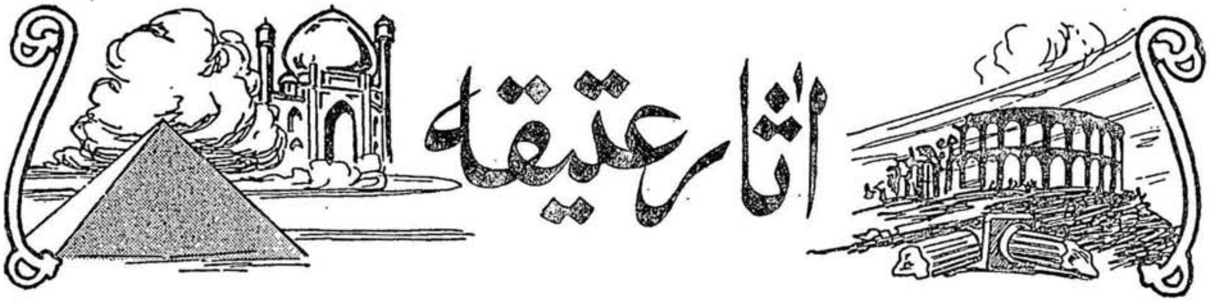

فرانس کی نئی اثری دریافت

عہد حجري کي عجیب و غریب آشیاء

حال میں فرانس کي ایک جدید اثري دریافت نے علماء آثار کي غیر معمولي توجه حاصل کرلي ہے -

فرانس کے وسطي حصه میں ایک غیر معروف قریه گلوزل Glozel نامي واقع ہے - یہاں ایک کاشتکار اپني زمین کا ایک حصه کسي ضرورت سے کھودا رہا تھا - یکایک اس طرح کي علامتیں نمایاں ہوئیں ' جیسے یہاں کبھي پتھر کي دیواریں رہ چکي ہوں - زیادہ کھودنے سے ایک ایسي راہ پیدا ہوگئي ' جو کسي مصنوعي غار کے دہانے سے مشابہہ تھي !

جب یه خبر مشہور ہوئي تو حکام نے موقعه پر پہنچکر تحقیقات کي - کھدائي کا کام جاري رکھا گیا ' اور غار میں اُتر کر اُس کي اندروني ساخت اور حالت کا پتہ لگایا گیا - مختصر یه که معلوم ہوگیا ' یه حصه کسي قدیم زمانه کي انساني یادگاروں کا ذخیرہ ہے جسے انقلابات زمانه نے زیر زمین دفن کردیا - یہاں نه صرف پتھر کي دیواروں کے آثار ملے ' بلکہ تاریخي اشیاء کا ایک عجیب و غریب مجموعه بھي برآمد ہوا - یه پتھر کي بني ہوئي بےشمار چیزیں ہیں جن میں سے کچھ، تو اوزار ہیں جن کي نوعیت اچھي طرح سمجھه میں آجاتي ہے ' لیکن بڑي تعداد اس قسم کي چیزوں کي ہے ' جن کي وضع و شکل سے ان کي اصلیت کا پتہ لگانا دشوار ہے - بعض مدور ہیں - بعض مربع ہیں - بعض پر اس طرح کے نقوش ہیں که معلوم ہوتا ہے ' شاید ان کے ذریعه کسي عجیب الهئیت انسان یا حیوان کے سر کا نقشه دکھلانا مقصود تھا - بعض پتھر کے ٹکڑے ایسے ہیں جنھیں کسي خاص وضع و ہئیت کي شکل نہیں دي گئي ہے ' مگر اُن پر مختلف قسم کے خطوط کندہ ہیں -

یه تمام چیزیں بعض محققین علم الاثار کے سامنے پیش ہوئیں اور انھوں نے علمي نظر سے ان کا مطالعه شروع کردیا -

علماء آثار میں سے ایک گروہ کي رائے میں یه چیزیں قبل از تاریخ عہد کي ہیں - یعني دس سے تیرہ ہزار برس پیشتر تک کي پراني ہیں - وہ اسے نیولیتھک (Neolithic) عہد کا بقایا قرار دیتے ہیں - یعنی ابتدائي انسان کے حجري عہد کا ' جب که وہ اپني ضروریات زندگي کے لیے صرف پتھر ہي استعمال کرنا جانتا تھا -

لیکن ایک دوسرا گروہ انھیں اس قدر اهمیت نہیں دیتا - وہ کہتا ہے ' یه زیادہ سے زیادہ سولہ سترہ سو برس کي پراني چیزیں ہیں جب سر زمین گال پر رومیوں کا قبضه ہوا تھا - وہ اپني اس رائے کے ثبوت میں دو چیزوں سے استدلال کرتا ہے - پتھر کي بني ہوئي عجیب الهئیت صورتوں سے - اور پتھروں کے حروف و نقوش سے - اٹلي اور ایشائے کوچک سے بکثرت رومي عہد کي ایسي ہي عجیب الهئیت صورتیں نکل چکي ہیں ' اور ان کي نسبت طے پاچکا ہے که یه رومي ساحروں کے آلات سحر تھے - وہ ان صورتوں کے ذریعه اپنے سحري علمیات انجام دیا کرتے تھے - حروف جو ان پتھروں پر کندہ ہیں ' فینیقي خط کے ہیں ' اور ظاہر ہے که یه خطوط صرف رومیوں ہي کے ذریعه فرانس پہنچ سکتے تھے - ان اشیاء میں مچھلي کے شکار کي ایک بنسي بھي نکلي ہے جو ہرن کي ہڈي کي بني ہوئي ہے - اس سے بھي دوسرے گروہ کے خیال کي تصدیق ہوتي ہے -

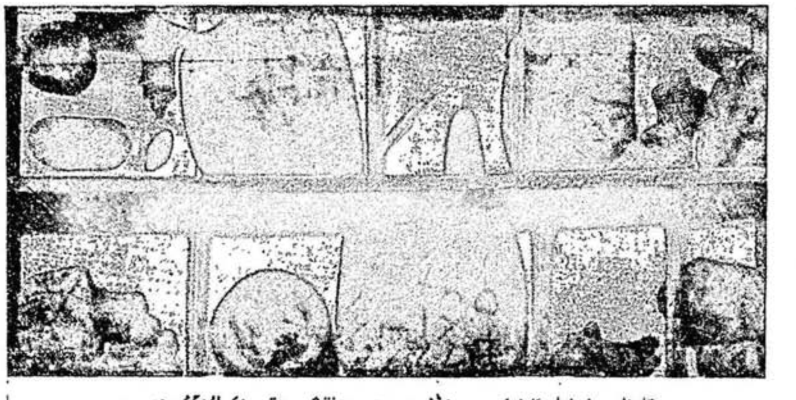

گلوزل کے آثار کا ایک حصه " جسمیں منقش پتھر دکھائے گئے ہیں -

لیکن پہلے گروہ کا استدلال پتھر کے اُن بے شمار آلات سے ہے ' جن کي نوعیت اُن کے حجري عہد سے تعلق رکھنے کا پوري طرح یقین دلاتي ہے -

حال میں ایک مشہور اور مستند اثري محقق ڈاکٹر کیمیلے جولیاں نے ان آثار کي نسبت اپني تحقیقات کا خلاصه شائع کیا ہے - یه تحقیقات ایک حد تک دونوں جماعتوں کے لیے تشفي بخش ہوسکتي ہے - ڈاکٹر موصوف کا خیال ہے که دونوں رائیں اپني اپني جگه صحیح ہیں - اس لیے که دونوں کا استدلال برآمد شدہ اشیاء ہي پر مبني ہے - پہلا گروہ حجري آلات و اسلحہ کي نوعیت اور قدامت سے استدلال کرتا ہے - دوسرا اُن مورتیوں اور نقوش سے جو بلا شبہ رومي ساحروں کے آلات سحر ہیں - لیکن کیا یه ممکن نہیں که قدیم زمانے کے کسي حادثه نے یه دونوں قسم کي چیزیں اس محل میں یک جا کردي ہوں ؟ حجري آلات و اسلحہ عہد حجري ہي کا بقایا ہوں ' اور مورتیاں اور نقوش رومي عہد کي ہوں ؟

بريد فرنگ

حجاز اور سمرقند!

یه بین تفاوت ره از کجاست تا بکجا ؟

پچهلي ڈاک کے انگریزي رسائل کے بعض مصور مضامین نہایت دلچسپ هیں - ممکن هے ' بعض نگاهوں کیلیے عبرت انگیز بھي هوں !

ایک مصور رساله نے دو تصویریں بالمقابل شائع کي هیں ' اور اُن کے لیے یه سرخي تجویز کي هے : " حجاز سے سمرقند تک ! "

ایک طرف سلطان عبدالعزیز ابن سعود کي تصویر هے - اُس کے نیچے حکومت حجاز کے نئے احکام درج کیے هیں جن میں احکام شرع کے اتباع و عمل پر زور دیا گیا هے ' اور وہ تمام باتیں قانوناً لائق تعزیر قرار دي هیں جو اخلاق و آداب شرع کے خلاف هوں - حتی که باشندگان حجاز کے لیے ڈاڑهي منڈانا بھي حکماً روک دیا هے -

دوسري طرف ترکستان کے مشہور تاریخي شہر سمرقند کے ایک اجتماع کا مرقع هے - یه اجتماع مردوں کا نه تها - خانه نشین عورتوں کا تها ' اور ایک جلوس کي صورت میں اس لیے " بازار سراے " میں جمع هوا تها ' تاکه " آینده کے لیے نقاب اور برقع کے استعمال سے عورتیں انکار کردیں !

به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ؟

اِس واقعه کي اِطلاع خبر رساں ایجنسیوں کے ذریعه دنیا میں مشتہر هوچکي هے ' لیکن اب تفصیلات بھي یورپ کے اخبارات میں آگئي هیں -

قاریین الهـلال کي دلچسپي کیلیے دونوں تصویریں نقل کردي جاتي هیں - پہلي تصویر میں دراز قد صورت سلطان ابن سعود کي هے - دوسرے مرقع میں سمرقند کي خواتین کا هجوم نمایاں هے ' جو ایک جلوس کي صورت میں بازاروں سے گزر رها هے -

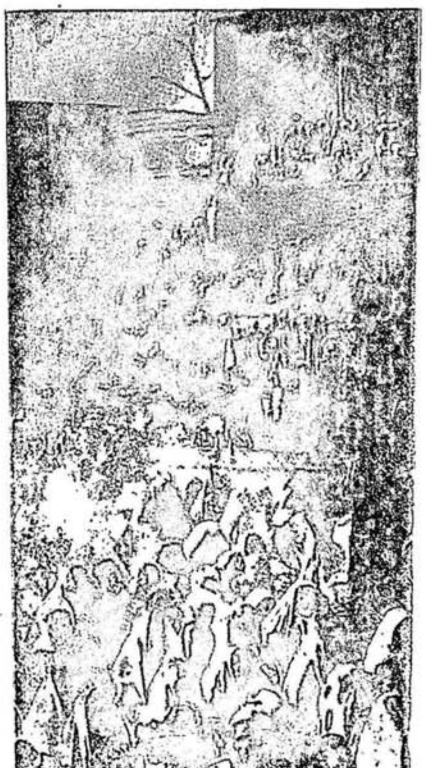

میڈونا کیلیے هندوستاني نمونه

" سنیتا اور " انور "

انگلستان کا امریکن نژاد سنگ تراش جیکب اپسٹین Jacob Epstein کچھ عرصه سے " میڈونا " کا ایک نیا مجسمه طیار کرنے میں مشغول تها جسکي شہرت نے نه صرف براعظم یورپ کي بلکه امریکه کے ماهرین فن کي بھي توجه اور دلچسپي حاصل کرلي تهي -

رفته رفته یه شہرت یہاں تک بڑهي که ابھي صناع اپنے کام سے فارغ بھي نہیں هوا تها که امریکه کے قدر شناسان فن نے مجسمه اپني سر زمین کے لیے حاصل کرلیا - اب مسٹر جیکب مجسمه لیکر نیو یارک جا رهے هیں ' تا که وهاں پہلي مرتبه اس کي نمایش کریں - تازہ ڈاک کے اخبارات و رسائل میں کوئي پرچه ایسا نہیں هے جس نے اس معامله سے اپني دلچسپي ظاهر نه کي هو -

معامله کا نہایت دلچسپ پہلو یه هے که صناع نے " میڈونا " اور اسکے بچے کیلیے ایک هندوستاني خاتون اور اس کے دہ ساله بچے کا چہرہ بطور نمونه کے استعمال کیا هے - خیال کیا جاتا هے که اس یوناني دیوي اور مسیحیت کي " مقدس کنواري " کا یه پہلا مجسمه هے ' جسکے خال و خط میں هندوستاني چشم و ابرو کا عنصر آمیز کیا گیا هے - یه آمیزش فن کے لحاظ سے کہاں تک قابل تحسین هے ؟ اِس پر انگلستان اور امریکه کے ماهرین فن نے ایک طول طویل سلسلۀ نزاع جاري کردیا هے - اُمید کي جاتي هے که نیو یارک کي نمایش کے بعد یه نزاع اور زیادہ وسعت اور اهمیت پیدا کرلیگي !

بہر حال ہمارے لیے فنون لطیفہ کی اس سنجیدہ نزاع میں تو کوئی دلچسپی نہیں ہے' البتہ یہ سوال یقیناً دلچسپی سے خالی نہیں کہ "مقدس کنواری" کے اس نئے مجسمہ کے لیے جس ہندوستانی خاتون کا چہرہ بطور نمونہ کے استعمال کیا گیا ہے' وہ کون ہے؟ رسالہ اسفیر ایک مرقع شائع کرتے ہوئے ہمیں بتلاتا ہے کہ یہ ایک ہندو خاتون مقیم انگلستان ہے جس کا نام سنیتا Sunita ہے' اور اُس کے دہ سالہ لڑکے کا نام "انور" ہے - اگر اسفیر نے ناموں کے نقل کرنے میں کوئی غلطی نہیں کی ہے تو "سنیتا" کے ساتھہ "انور" کا نام بجائے خود ایک دلچسپ واقعہ ہے' اور یقیناً قارئین الهلال کے لیے یہ کوئی ناپسندیدگی کی بات نہ ہوگی' اگر وہ اِن دونوں صورتوں کا نظارہ کر سکیں - ہم اسفیر کا مرقع بجنسہ نقل کر دیتے ہیں - یہ اُس موقعہ کی تصویر ہے جب صناع امریکہ کے لیے روانہ ہو رہا ہے' اور اسفیر کے لفظوں میں "ہندوستانی لیڈی اور اُس کا لڑکا انور" اس کے ساتھہ کھڑے ہیں -

دوسرا طوفان نوح

اور

کشتی جس کا نام "بیت داؤد" ہے !

موجودہ زمانہ میں یہ بات کس درجہ عجیب سمجھی جائیگی کہ انسانوں کی ایک جماعت کرۂ ارضی کی تمام خشکیوں سے الگ ہوکر دریا میں آباد ہوجانا چاہتی ہے - کیونکہ "قدیم طوفان نوح کی طرح ایک دوسرا طوفان تمام دنیا کی بربادی کے لیے عنقریب ظہور میں آنے والا ہے !"

بات کتنی ہی عجیب سمجھی جائے' لیکن واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں ایک جماعت ایسی موجود ہے' اور وہ نہایت خوف و اضطراب کے ساتھہ اس دوسرے عالمگیر طوفان کا انتظار کر رہی ہے !

یہ یہودیوں کا ایک فرقہ ہے - اِس نے اپنا یہ ہولناک اعتقاد عہد عتیق کی بعض پیشین گوئیوں سے اخذ کیا ہے - انگلستان میں اس فرقہ کی کافی تعداد موجود ہے - اس فرقہ کے سردار نے حال میں ایک نئی کشتی بھی طیار کرائی ہے جس کا نام "ہاؤس اف ڈیوڈ" یعنے "بیت داؤد" ہے - یہ کشتی آجکل دریائے ٹیمس میں موجود ہے - یہ فرقہ یقین کرتا ہے کہ آنے والے طوفان میں محفوظ رہنے کے لیے نئی دنیا کے ترقی یافتہ جہاز اس قدر مفید ثابت نہیں ہونگے' جسقدر قدیم وضع کی یہ کشتی مفید ہوگی - کیونکہ یہ "اُن تفصیلات کے ٹھیک ٹھیک مطابق طیار کی گئی ہے' جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی نسبت عہد عتیق میں موجود ہیں!"

جو مرقع آپ کے سامنے ہے' اس میں آپ اس محتاط اور دور اندیش فرقہ کے سردار اور اسکے رفقاء کو مشغول اہتمام دیکھہ رہے ہیں !

جیکب اپسٹین' سنیتا' اور انور

ایک اِسرائیلی فرقہ کا رہنما جو ایک عالمگیر طوفان کے ظہور کا اِنتظار کر رہا ہے !

الهلال

نمبر ۱ - سے نمبر ۵ - تک

جو حضرات فروخت کرنا چاہیں دفتر الهلال کو اِطلاع دیں -

منیجر

تاریخ و عبر

عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جواب

عرب خلفاء و سلاطین کی فصاحت و بلاغت مشہور ہو۔ یہ بلاغت سب سے زیادہ اُن کے مختصر جوابات میں ظاہر ہوا کرتی تھی جو وہ درخواستوں پر لکھ دیا کرتے تھے۔ ذیل میں چند نمونے ملاحظہ ہوں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

عمرو بن العاص کے جواب میں لکھا:

"اپنی رعیت کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو، جیسا سلوک امیر المومنین کا اپنے ساتھ چاہتے ہو"

مصر کے بعض لوگوں نے مروان بن الحکم کی شکایت لکھ بھیجی۔ آپنے جواب میں یہ آیت لکھ دی:

"فان عصوک فقل انی بری مما تعملون" (اگر وہ تیری نا فرمانی کریں تو کہدے، میں تمھارے عمل سے بری ہوں)

حضرت سعد بن ابی وقاص نے اپنے لئے گھر بنانے کی اجازت طلب کی۔ آپنے جواب دیا۔

"ایسا گھر بنالے جو تجھے بادسموم اور مینہ سے چھپا سکے"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

ایک شخص نے اپنی مالی مشکلات کی شکایت بھیجی۔ آپنے جواب دیا:

"ضرورت بھر کا حکم بھنے دے دیا ہو۔ اللہ کے مال میں اسراف کی گنجایش نہیں"

حضرت علی علیہ السلام

حصین بن المنذر نے لکھا کہ قبائل ربیعہ کے بہت سے آدمی قتل ہو چکے ہیں۔ آپنے جواب دیا:

"بقیۃ السیف میں زیادہ فراوانی ہوتی ہو"

اشتر نخعی نے ایک شخص کی شکایت کی۔ آپنے جواب لکھا۔

"کامل مکمل آدمی اس دنیا میں کہاں ہو؟"

امیر معاویہ بن ابی سفیان

ربیعہ یربوعی نے لکھا کہ "میں بصرہ میں گھر بنانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے کھجور کے بارہ ہزار تنے دیکر میری مدد کیجیے"

امیر معاویہ نے جواب لکھا:

"تمھارا گھر، بصرہ میں ہوگا، یا البصرہ: تمھارے گھر میں ہوگا؟"

عبد الملک بن مروان

حجاج بن یوسف والی عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ عبدالملک نے رقعہ کی پشت پر لکھ دیا:

"نرمی کر، کیونکہ نرمی میں بھلائی ہو۔ سختی میں برائی ہو"

ایک مرتبہ حجاج نے اجازت طلب کی کہ عراقی سرداروں کو قتل کر ڈالے۔ عبدالملک نے لکھا:

"مبارک حاکم وہ ہو جس سے مخالفوں کو بھی اُنس ہو جائے۔ منحوس حاکم وہ ہو جس سے موافق بھی بدل ہو جائیں"

ابن الاشعث کے خط کی پشت پر یہ شعر جواب میں لکھا:

فما بال من اسعی لاجبر عظمہ حفاظاً و ینوی من سفاہتہ کسری

(اُس شخص کو کیا ہو گیا ہو جو حماقت سے مجھے توڑنے کی کوشش کرتا ہو، حالانکہ میں اُس کی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑنے کی فکر میں ہوں؟)

عمر بن عبد العزیز

حاکم عراق نے عراقیوں کی شکایت لکھی۔ آپنے جواب دیا:

"جو اپنے لئے پسند کرتے ہو، وہی اُن کے لئے پسند کرو۔ پھر انھیں جرم پر سزا دو"

ایک مظلوم نے فریاد لکھی۔ آپ نے جواب دیا:

"انصاف تیرے سامنے ہو"

ایک قیدی نے درخواست بھیجی۔ جواب لکھا:

"توبہ کر، رہا ہو جا"

ایک شخص نے اپنی بیوی کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"تم دونوں حق میں یکساں ہو"

ایک عورت نے اپنے شوہر کے قید کی شکایت کی۔ جواب دیا:

"قید، حق پر ہونی چاہئے"

ایک شخص نے اپنے بیٹے کی زیادتی کی۔ جواب دیا:

"اگر میں نے تیری فریاد نہ سنی تو ظالم ہوں"

حاکم حمص نے لکھا کہ شہر کو ایک قلعہ کی ضرورت ہو۔ جواب دیا:

"عدل اور سلامتی کا قلعہ اسمیں تعمیر کردے"

سفاح (اول خلیفہ عباسی)

اپنے ایک گورنر کو لکھا:

"میں گمراہوں کو اپنا مددگار بنا نہیں سکتا"

اہل انبار نے شکایت کی کہ حکومت کی عمارت میں اُن کی زمین لے لی گئی ہو اور قیمت ادا نہیں کی گئی۔ جواب دیا:

"یہ عمارت تقویٰ پر قائم نہیں ہوئی"

پھر زمین کی قیمت ادا کر دینے کا حکم دیدیا۔

ابو جعفر منصور

ایک شخص نے اپنا وظیفہ بند ہو جانے کی شکایت لکھی۔ جواب دیا:

"خدا کی رحمت کو کوئی روک نہیں سکتا"

حاکم مصر نے لکھا کہ اس سال دریائے نیل میں طغیانی نہیں آئی۔ جواب لکھا:

"اپنی فوج کو پاک کر۔ نیل میں برکت آجائے گی"

حاکم حمص نے خط لکھا۔ اسمیں عبارت غلط تھی۔ اس لئے جواب دیا

"اپنی تحریر بدل، ورنہ میں تجھے بدل دوں گا"

سندھ کے حاکم نے لکھا کہ فوج نے شورش کر دی ہو اور بیت المال کے قفل توڑ ڈالے ہیں۔ خلیفہ نے جواب لکھا:

"اگر تو نے انصاف کیا ہوتا تو شورش نہ ہوتی۔ اگر حقوق ادا کئے ہوتے تو قفل نہ ٹوٹتے"

ہارون الرشید

حاکم خراسان کو لکھا:

"اپنے گھاؤ کا علاج کر، ورنہ بڑھ جائے گا"

خزیمہ بن حازم نے لکھا کہ میں نے آرمینیا میں داخل ہو کر قتل عام کر دیا۔ خلیفہ نے لکھا:

"تیرا برا ہو، بے گناہوں کو کیوں"

شاہ روم نے لکھا:

"میں اپنی سلطنت کی ہر صلیب اور ہر بہادر کو لے کر تیرے مقابلے پر آتا ہوں"

خلیفہ نے جواب دیا:

"عنقریب جان لے گا کہ نتیجہ کیا ہوتا ہو؟"

ایک دوسرے خط میں لکھا:

"خط کے پیچھے میں آتا ہوں۔ فتح، خدا پر ہو"

ایک اور خط کے جواب میں لکھا:

"جواب، پڑھے گا نہیں، آنکھ سے دیکھے گا"

مامون الرشید

ایک شخص نے علی بن ہشام کی شکایت کی۔ مامون نے علی کو لکھا:

"شریف کی علامت یہ ہو کہ بالا دستوں پر ظلم کرتا ہو اور زیر دستوں کا ظلم سہتا ہو"

ایک دوسرے خط کے جواب میں لکھا۔

"میں تجھے اُس وقت تک اپنے قریب آنے نہیں دوں گا، جب تک تیرا فریادی میرے دروازہ پر ہو"

رستمی کی شکایت آئی۔ اسپر لکھا:

"یہ مردانگی کے خلاف ہو کہ تیرے برتن سونے چاندی کے ہوں، اور تیرا قرضخواہ تہی دست اور پڑوسی، فاقہ مست ہو"

عمرو بن مسعدہ کی شکایت کے جواب میں لکھا۔

"اے عمرو! اپنی خوشحالی کی عمارت، عدل سے قائم رکھ، کیونکہ ظلم اسے گرا دے گا"

اپنے بھائی ابو عیسیٰ کی شکایت سُنکر یہ آیت لکھ بھیجی۔

"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم یومئذ" (جب صور پھونک دیا جائے گا تو رشتے ناتے باقی نہیں رہیں گے)

ابراہیم بن مہدی نے لکھا۔

"اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا، اگر سزا دیں تو آپ کو اس کا حق ہو"

خلیفہ نے جواب لکھا۔

"انتقام کی قدرت، کینہ کو دُور کر دیتی ہو۔ خدا کا عفو سب سے بڑھ کر ہو"

ایک مرتبہ کسانوں نے شکایت کی کہ ٹڈی نے کھیت کھا لئے۔ مامون نے لکھا:

"کسانوں سے زیادہ ٹڈیوں کی مہمان نوازی ہم پر واجب ہو۔ آدھا محصول معاف کر دیا جائے"

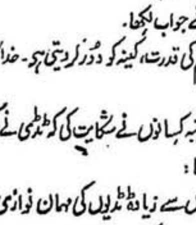

ہندوستان اور مجموعۂ عالم

تمام دنیا میں جغرافیائی، عمرانی

اور

اقتصادی لحاظ سے ہندوستان کی موجودہ حیثیت کیا ہے؟

(۵)

گیہوں

دنیا کے مختلف ملکوں میں گیہوں کی پیداوار ایکڑ کے حساب سے ۱۹۲۴ء میں

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۳۰۳۰۴۰۰۰
ارجنٹائن	۱۷۷۸۵۰۰۰
کینیڈا	۲۲۰۴۶۰۰۰
مصر	۱۴۱۵۰۰۰
فرانس	۱۳۶۱۴۰۰۰
اٹلی	۱۱۲۷۹۰۰۰
جرمنی	۳۶۲۲۰۰۰
جاپان	۱۱۴۹۰۰۰
رومانیہ	۷۸۳۵۰۰۰
برطانیہ	۱۵۹۹۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۵۴۴۸۶۰۰۰
الجزائر	۳۴۹۱۰۰۰

ہندوستان میں گیہوں کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	رقبہ بحساب ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
مدراس	۳۷۹۲	۰۰۰۰۰
بمبئی	۴۸۷۱۶۲	۳۷۸۰۰۰
بنگال	۱۲۹۰۸	۲۵۰۰۰
یو، پی	۲۹۱۹۱۲۲	۲۴۱۹۰۰۰
پنجاب	۴۷۲۸۱۵۴	۵۸۱۰۰۰
بہار و اڑیسہ	۲۶۰۶۳۴	۴۷۳۰۰۰
سی، پی	۳۶۴۶۰	۱۰۶۸۰۰۰
صوبہ سرحد	۳۱۹۱۲۵	۱۹۵۰۰۰

دنیا میں جوار کی پیداوار

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
ہندوستان	۷۸۵۰۰۰۰	۲۲۰۷۱۰۰
الجزائر	۲۴۰۰۰	۰۰۰۰
ارجنٹائن	۹۱۵۲۰۰	۲۶۱۰۰۰۰
آسٹریا	۱۴۷۰۰	۰۰۰۰

ملک	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن
بلغاریہ	۱۴۶۴۰۰۰	۹۹۱۰۰۰
کینیڈا	۲۹۵۰۰۰	۰۰۰۰
فرانس	۸۴۵۰۰۰	۳۴۱۰۰۰
اٹلی	۳۸۰۵۰۰۰	۲۰۴۹۰۰۰
ہنگری	۲۴۷۸۰۰۰	۰۰۰۰۰
پولینڈ	۱۹۰۰۰	۰۰۰۰۰
رومانیہ	۸۹۴۵۰۰۰	۲۳۱۸۰۰۰
اسپین	۱۱۶۲۰۰۰	۶۷۶۰۰۰
سوئٹزرلینڈ	۴۰۰۰	۰۰۰۰
ٹیونس	۴۱۰۰۰	۰۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۱۰۴۹۶۸۰۰۰	۷۱۸۵۹۰۰۰
جاوا	۴۷۸۴۰۰۰	۲۹۳۰۰۰۰
مصر	۱۹۳۰۰۰۰	۱۹۵۸۰۰۰
جنوبی افریقہ	۳۳۵۰۰۰۰	۹۴۱۰۰۰

ہندوستان میں جوار کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	پیداوار	ہر ایکڑ میں بحساب پونڈ
مدراس	۱۰۳۸۵۱۶	۴۵۰۰۰	۶۳۶
بمبئی	۲۰۷۹۳۷	۷۶۰۰۰	۰۰۰۰
بنگال	۸۱۹۰۰	۲۷۰۰۰	۸۲۰
یو، پی	۱۸۳۸۳۴۴	۸۸۶۰۰۰	۱۱۰۰
پنجاب	۱۰۵۰۲۸۴	۴۰۲۰۰۰	۹۶۲
بہار و اڑیسہ	۱۶۷۹۸۰۰	۵۳۹۰۰۰	۸۲۰
سی، پی اور برار	۱۵۴۴۶۹۴	۰۰۰۰۰۰	۰۰۰
برما	۱۳۳۴۴۱۳	۴۸۰۰۰۰	۷۰۰
صوبہ سرحد	۴۴۳۳۸۴۴۴	۱۶۰۰۰۰	۱۱۱۰

ہندوستان میں شکر کی پیداوار ۱۹۲۴ء

صوبہ	ایکڑ	پیداوار بحساب ٹن	ہر ایکڑ کی پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۱۱۱۲۹۸	۲۲۳۲۳۰۰	۶۴۲۰
بمبئی	۷۲۰۴۹	۲۴۵۱۰۰	۶۹۵۰
بنگال	۲۰۷۹۰۰	۲۴۵۷۰۰	۲۳۰۰۴
یو، پی	۱۵۴۳۹۰۲	۱۲۲۰۳۰۰	۲۴۶۰۰
پنجاب	۴۸۳۱۶۱	۴۱۳۰۰۰	۲۱۹۱
بہار و اڑیسہ	۲۰۷۳۰۰	۲۹۰۷۰۰	۲۴۶۰

ہندوستان میں شکر کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار	قیمت	مقدار	قیمت
۱۹۱۷ء	۵۱۰ ٹن	۱۶۱۳۰۰۰ روپیہ	۵۱۰۰۸۶ ٹن	۱۵۳۱۹۸۰۰۰ روپیہ
۱۹۲۴ء	۲۱۱۳۴ "	۵۲۴۷۰۰۰ "	۷۲۹۰۰۸ "	۲۰۹۰۲۴۰۰۰ "

ہندوستان میں چائے کی درآمد و برآمد

	برآمد		درآمد	
	مقدار بحساب پونڈ	قیمت بحساب روپیہ	مقدار	قیمت
۱۹۱۷ء	۳۵۹۱۸۹۲۳۲	۱۷۶۷۳۱۰۰۰	۹۶۶۶۰۱۵	۶۰۸۳۰۰۰
۱۹۲۴ء	۳۴۰۱۰۶۹۳۵	۳۳۳۹۲۴۰۰۰	۷۸۸۵۰۹	۶۲۸۳۰۰۰

دنیا میں دھان کی پیداوار ۱۹۲۴ء میں بحساب ایکڑ

ملک	ایکڑ
ہندوستان	۲۲۰۹۴۰۰۰
برازیل	۱۵۷۳۰۰۰
مصر	۱۸۵۵۰۰۰
ولایات متحدہ امریکہ	۴۱۲۴۳۰۰۰

دُنیا میں روئی کی پیداوار بحساب ہنڈرویٹ

مجموعی پیداوار: ۶۶۶۰۰۰۰۰ ہنڈرویٹ

تفصیل

ملک	سنہ ۱۹۱۳ء میں		سنہ ۱۹۲۲ء میں	
ہندوستان	۲۱۴۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ	۱۵۶۰۰۰۰۰	ہنڈرویٹ
برازیل	۱۲۰۰۰۰۰	"	۲۶۰۰۰۰۰	"
مصر	۶۸۰۰۰۰۰	"	۳۲۰۰۰۰۰	"
ولایات متحدہ امریکہ	۶۱۴۰۰۰۰۰	"	۴۱۶۰۰۰۰۰	"
دوسرے ممالک	۴۶۰۰۰۰۰	"	۵۱۰۰۰۰۰	"
میکسیکو	۹۰۰۰۰۰	"	۱۵۰۰۰۰۰	"

برطانی ہندوستان میں روئی کی پیداوار سنہ ۱۹۲۴ء میں

صوبہ	ایکڑ	ہر ایکڑ میں پیداوار بحساب پونڈ
مدراس	۲۶۲۷۸۹۰	۷۸
بمبئی	۴۸۸۸۹۹۱	۱۰۲
بنگال	۵۵۰۰۰	۱۵۵
سی، پی اور برار	۴۹۳۲۸۷۷	۸۶
یو، پی	۶۳۸۶۹۸	۱۷۰
پنجاب	۱۷۴۹۳۲۸	۱۲۸
آسام	۳۹۲۹۹	۱۵۳
برما	۳۰۰۷۹۰	۹۰

ہندوستان میں روئی کے کارخانے

	روئی دھننے اور دبانے والے کارخانے	کاتنے اور بننے والے کارخانے
بمبئی	۵۲۱	۱۸۴
سی، پی اور برار	۴۲۶	۱۴
یو، پی	۱۵۶	۱۸
مدراس	۱۴۹	۲۶
بنگال	...	۱۲
پنجاب	۱۲۰	...
سنٹرل انڈیا	۱۰۷	...
حیدرآباد	۱۴۷	...
بڑودہ	۸۳	...

ہندوستان میں روئی کی درآمد و برآمد

درآمد

سوت	۹۶۶۳۱۰۰۰	روپیہ
سوتی کپڑے	۷۲۶۶۲۰۰۰۰	"

برآمد

خام روئی	۹۱۴۷۰۳۰۰۰	روپیہ
سوت	۳۷۰۱۱۰۰۰	"
سوتی کپڑے	۷۵۷۳۶۰۰۰	"

دنیا کی ۱/۵ روئی صرف ہندوستان میں پیدا ہوتی ہے۔

الہلال کے ابتدائی نمبر

الہلال سلسلۂ جدید کے ابتدائی نمبر، یعنی نمبر ۱ - سے ۵ تک بعض حضرات کو مطلوب ہیں، وہ دوگنی قیمت پر خریدنے کے لئے تیار ہیں۔ دفتر کو اطلاع دیجئے (منیجر)

افسانہ

خط استوا کے افریقی قبائل

ملک نم نم

ایک افسانہ نما تاریخی سرگذشت

اسمٰعیل پاشا خدیو مصر کے زمانے میں مصری فوجیں، فتح کرتی ہوئی خط استوا تک پہنچگئی تھیں یہ سرزمین ایسی تھی کہ مصریوں سے پہلے وہاں کوئی متمدن انسان کبھی نہیں پہونچا تھا۔ صرف بعض غلام بردہ فروش کبھی کبھی اُس کی سرحدوں تک پہنچ جاتے اور غلامی کے لئے آدمی پکڑ لاتے۔

اس سرزمین کی تمام قومیں اُسوقت (اور اب بھی) از حد وحشی تھیں۔ فاتح فوجوں کو ناقابل بیان مصائب کا سامنا کرنا پڑا! ایک طرف موسم اور آب و ہوا برداشت سے باہر تھی۔ شب و روز پانی برستا رہتا تھا۔ ہر طرف کیچڑ اور دلدلیں تھیں۔ دوسری طرف بری و بحری درندے حملے کرتے تھے۔ مچھروں کی مصیبت بھی کچھ کم نہ تھی۔ ایسے قاتل مچھر شاید ہی دنیا کے کسی حصہ میں ہوتے ہوں جیسے کہ اس دلدلی زمین میں تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر خود وہاں کے باشندوں کا خطرناک وجود تھا۔ وہ کسی نظام جنگ سے واقف نہ تھے منظم فوجیں، باقاعدہ لڑائیوں کی عادی تھیں۔ مگر وہاں کے باشندے بے قاعدہ لڑائی میں ماہر تھے۔ تیرانداز ایسے تھے کہ بندوقوں اور توپوں سے مسلح فوجوں کو بھگا دیتے تھے۔ اگر قیدی اُن کے ہاتھ پڑ جاتے تھے، تو اُن سے نہایت وحشیانہ سلوک کرتے تھے۔ ایسا وحشیانہ سلوک جس کا متمدن دُنیا تصور بھی نہیں کرسکتی!

(۲)

کابل ۱۸۱۰ کی ہولناک جد و جہد اور خونریز جنگوں کے بعد مصری فوجیں خط استوا کے ایک بڑے علاقے میں پہنچیں۔ اُنھوں نے باشندوں کو اپنے مقابلے کے لئے مستعد پایا۔ فوجوں نے فوراً کانٹے جمع کرکے مورچے بنائے اور رات بسر کرنا چاہی۔ مگر آدھی رات کو وحشی باشندوں نے حملہ کردیا، تمام مورچے جلا دئے، اور پوری تین پلٹنیں کاٹ کر ڈال دیں۔ بقیۃ السیف قید کرلئے گئے۔ تمام قیدی راستے ہی میں مر گئے تھے۔ صرف تیس آدمی نیم جان حالت میں انکے لشکرگاہ تک پہنچ سکے۔ اِن میں سے دو شخصوں کا حال ہم لکھنا چاہتے ہیں۔

(۳)

ایک قیدی، مصری تھا۔ اُس کا نام "شعبان عدوی" تھا۔ دوسرا سوڈانی تھا۔ اُسکا نام "بخیت کوکو" تھا۔ اِن دونوں میں ایسی محبت اور دوستی تھی کہ اس کی نظیریں دنیا میں کم ملیں گی۔ دوستی اس طرح شروع ہوئی کہ ایک مرتبہ بخیت کوکو خرطوم میں تھا اور دریائے نیل میں نہا رہا تھا۔ اچانک دریا کی موجوں نے اُسے کھینچ لیا اور غرق ہونے لگا۔ فوج کے بہت سے آدمی موقع پر موجود تھے مگر کسی کو مدد کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن شعبان عدوی فوراً کود پڑا، اور اپنی جان خطرے میں ڈالکر ڈوبتے ہوئے سوڈانی کو بچالیا۔ اس خدمت کے صلے میں بخیت کوکو نے قسم کھائی کہ عمر بھر اُس کا دوست رہے گا۔ اور ہمیشہ اُسی کے ساتھ زندگی بسر کرے گا۔ بخیت کوکو کا کوئی عزیز یا قریب مصر میں موجود نہ تھا۔ وہ دراصل ایک غلام تھا اور حکومت نے اُسے آزاد کردیا تھا۔ اُس کا خاندان خط استوا ہی کے ایک علاقے میں موجود تھا۔ مگر وہ وہاں واپس جانا نہیں چاہتا تھا۔

اس واقعہ کے بعد پھر کبھی کسی نے اِن دونوں دوستوں کو جُدا ہوتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ساتھ ہی رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو بھی ساتھ ہی سوتے تھے۔ اتفاق سے وہ دونوں ساتھ ہی قید بھی

ہوئے، اور ایک ہی رسی میں باندھ دیئے گئے۔ وحشی فاتح جب اُنھیں اپنے لشکر میں لے جا رہے تھے، تو بختیت کوکو نے اپنے دوست شعبان عدوی سے کہا "میں ان قبیلوں کی زبان اور عادات سے بخوبی واقف ہوں۔ یہ لوگ قیدیوں کو سخت تکلیف دینے کے بعد زندہ جلا دیتے ہیں۔ اگر تم منظور کرو تو ان سے میں درخواست کروں کہ ہم دونوں کو ساتھ ہی جلائیں۔ لیکن میں کوشش کروں گا، کسی تدبیر سے انھیں دھوکہ دیدوں" مصری از حد خائف تھا۔ تقریباً مجنون ہو چکا تھا اُس نے اپنے دوست کی تائید کی۔

(۴)

وحشی فاتحوں نے اپنے لشکر میں پہنچکر جشن شروع کیا۔ تقریب کا آغاز اس سے ہوا کہ دو قیدی افسروں کو برہنہ کرکے ایک درخت کے تنے سے باندھ دیا گیا اور نوجوانوں نے اُن پر تیر اندازی شروع کی۔ ہر تیر پر مظلوم قیدیوں کی فریاد بلند ہوتی تھی، اور وحشی فاتحوں کے پُرمسرت نعرے ہوا میں گونج اُٹھتے تھے۔ ایک قیدی تو فوراً مر گیا مگر دوسرا ۵ دن تک زندہ رہا۔ روز صبح سے شام تک اُس کے زندہ جسم پر تیر افگنی کی مشق کی جاتی تھی!

اس تماشہ کے بعد جتنے قیدی خوف و دہشت سے مر نہیں چکے تھے، زندہ جلا دیئے گئے۔ پھر ان دونوں دوستوں، یعنی شعبان عدوی اور بختیت کوکو کی باری آئی۔ بختیت نے قبیلے کے سردار سے اُس کی زبان میں کہا "ہم دونوں ترک نہیں ہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو ہم ملک کرکورڈ[1] کے رہنے والے ہیں۔ ہمیں ترک پکڑ لے گئے تھے اور زبردستی تم سے لڑنے پر مجبور کیا۔ مگر ہم نے کوئی ہتیار نہیں چلایا اور قید ہو گئے تاکہ تمھارے ساتھ ملکر ترکوں سے لڑیں۔ اگر تم ہمیں مار دوگے نہیں تو ہمارے قبیلے بھی تمھاری مدد پر آجائیں گے"

بڑی حجت و تکرار کے بعد سردار نے دونوں قیدیوں کو زندہ رکھنا منظور کر لیا۔ زیادہ تر اس خیال سے کہ ان سے بطور ترجمان کے کام لیا جائے گا۔

(۵)

اس کے بعد دونوں قیدی وحشیوں کے ساتھ رہنے اور اُن کی وحشیانہ رسموں میں شریک ہونے لگے۔ اسپر ایک مدت گزر گئی۔ اب شعبان عدوی اُداس رہنے لگا، کیونکہ نجات سے نا امید ہو گیا تھا۔ بختیت کوکو ایک دن کسی ضرورت سے جدا ہوا۔ شعبان نے یہ موقع غنیمت سمجھا۔ درخت میں رسی باندھی اور اپنے گلے میں پھندا لگا کر لٹک گیا۔ درخت پر بلبلیں اور غوغائیاں بیٹھی تھیں۔ اچانک چلا اُٹھیں۔ اتفاق سے بختیت کوکو بھی اب پہنچ چکا تھا۔ چڑیوں کا شور سنکر نظر اُٹھائی تو اپنے دوست کو لٹکتے دیکھا۔ حیرت انگیز پھرتی سے وہ درخت پر چڑھ گیا، اور اپنے تیز خنجر سے پھانسی کی رسی کاٹ دی شعبان، نیچے گرا۔ بختیت بھی ساتھ ہی پہنچا اور دوست کی لاش پر نوحہ کرنے لگا!

بختیت کوکو ابھی نوحہ و فغاں کر ہی رہا تھا کہ شعبان نے آنکھ کھول دی۔ وہ مرا نہیں تھا۔ صرف بے ہوش ہو گیا تھا۔ بختیت بہت خوش ہوا اور بتایا کہ "میں نے قبیلے کے سردار کو راضی کر لیا ہے کہ ہم دونوں، وحشیوں کو بندوق چلانا سکھا دیں۔ جب ہتیار ہمارے ہاتھ آجائیں گے تو میں تمھیں لے کر ملک نُم نُم کی طرف بھاگ جاؤں گا۔ وہ یہاں سے صرف ۲۰ دن کے فاصلے پر ہے۔ مجھے راستہ اچھی طرح معلوم ہے"

"میں نُم نُم میں نہیں جاؤں گا کیونکہ وہاں آدمیوں کا گوشت کھایا جاتا ہے!" شعبان نے خوف زدہ ہو کر کہا۔

"دوست! یہ تم سے کس نے کہدیا؟" بختیت کوکو نے کہا "یہ بالکل جھوٹ ہے۔ نُم نُم میں صرف دو قبیلے، آدمی کھاتے ہیں۔ اور وہ بھی ہر طرح کا آدمی نہیں۔ صرف بیمار آدمیوں کا گوشت کھا لیتے ہیں۔ اُن میں کسی ایک قبیلے میں جب کوئی بیمار ہو جاتا ہے اور اچھا نہیں ہوتا، تو اُسے دوسرے قبیلے میں بھیجدیتے ہیں تاکہ اُسے بھون کر کھالیں۔ کیونکہ وہ آدمی کو دفن کرنا یا جلانا، انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں!"

(۶)

یہ سنکر شعبان بھاگنے پر راضی ہو گیا۔ کچھ مدت بعد لوٹ کی بندوقیں اور کارتوس آ گئے۔ ایک رات جبکہ وحشی ناچ گانے میں مصروف تھے، دونوں دوستوں نے بندوقیں اُٹھائیں، کارتوس کی پیٹیاں کمر میں باندھیں، اور اندھیرے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

رات بھر چلنے کے بعد وہ ایک ایسے علاقے میں پہونچے جہاں ہر طرف دلدلیں تھیں۔ پورا ایک دن انہی دلدلوں کے عبور کرنے میں لگ گیا۔ اب وہ بہت تھک گئے تھے اور بھوک سے بے حال ہو رہے تھے۔ جوں ہی ایک خشک زمین پر پہنچکر اُنھوں نے چاہا کہ ستالیں، بختیت کوکو چلایا "فوراً درخت پر چڑھ جاؤ!" شعبان، بدحواس ہو گیا۔ مگر بختیت دوڑ کر اُس کے پاس آیا اور اُسے گود میں اُٹھا کر درخت پر چڑھا دیا، اور خود بھی اوپر پہنچ گیا۔ فوراً ہی اُنھوں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان کرگدن، تیر کی طرح دوڑتا ہوا چلا آ رہا ہے۔ آتے ہی اُسنے قریب کے ایک درخت پر حملہ کیا اور پورا درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔ دونوں دوستوں کے پاس بندوقیں موجود تھیں۔ اُنھوں نے فیر کیا اور تین گولیوں میں حیوان کو گرا دیا۔ اب وہ خوش خوش اُترے اور اُس کا گوشت بھون بھون کر کھانے لگے۔

مسلسل کئی دن تک اُنھوں نے جنگلی کیلے اور آم کے جنگلوں میں سفر کیا۔ راستے میں بہت سے دریا ملے۔ دونوں دوست درخت کاٹ کر کشتی بنا لیتے تھے۔ اور دریا عبور کر جاتے تھے۔

کئی ہفتے کے سخت ہولناک سفر کے بعد وہ ملک نُم نُم کی سرحد پر پہنچ گئے۔ رات اُنھوں نے ایک اونچے پیڑ کی شاخوں پر گذاری۔ وہ مشورہ کرتے رہے کہ یہاں کے بادشاہ کو کیا ہدیہ پیش کرنا چاہیے؟ کیونکہ بادشاہ اگرچہ انصاف پسند تھا مگر کسی اجنبی کو بلا سبب ملک میں داخل ہونے نہیں دیتا تھا۔ آخر اُنھوں نے طے کیا کہ اپنے ہتیار اُس کے سامنے پیش کرینگے۔

صبح وہ چلے جا رہے تھے کہ ناگاہ اُنھیں زمین پر ایک آدمی کی لاش نظر آئی۔ پاس ہی ایک گٹھری بھی رکھی تھی۔ قریب کے درخت سے گدھا بندھا تھا۔ انھوں نے خیال کیا، کوئی مسافر تھا۔ گدھا باندھکر اور گٹھری سر کے نیچے رکھ کر آرام کے لئے لیٹا ہوگا، مگر کسی درندے نے اُسے مار ڈالا۔ پھر اُنھوں نے گٹھری کھولی تو اُسمیں ریشمی اور کلابتونی کپڑے رکھے تھے۔ وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے "بادشاہ کے لئے یہ اچھا تحفہ ہے۔ گدھا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوگا۔ کیونکہ اس ملک میں گدھا نا پید ہے"

اب اُنھوں نے چاہا یہ مال غنیمت لے کر آگے بڑھیں؛ مگر فوراً ہی پاس کی جھاڑی سے ایک شیر ببر مہیب آواز سے چلاتا باہر نکلا۔ مگر وہ ڈرے نہیں۔ فوراً بندوق چلائی اور شیر کو مار ڈالا۔

(۷)

شاہ نُم نُم کا پائے تخت سامنے تھا۔ بندوق کی آواز وحشی باشندوں کے لئے بالکل نئی تھی۔ بہت سے آدمی گاؤں سے نکل آئے اور آواز کی طرف دوڑے۔ خود بادشاہ، سب سے آگے تھا۔ بختیت کوکو نے بادشاہ کو دیکھا تو شاہانہ آداب و کورنش بجا لایا، اور اپنا اپنے دوست کا پورا قصہ کہہ سنایا۔ پھر اُسنے کہا:

"میرا یہ دوست، اپنے وقت کا رستم ہے۔ خود اعلیٰ حضرت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ اسنے کس آسانی سے شیر مار ڈالا، اور اس عجیب مخلوق (یعنی گدھے) کو اپنی سواری بننے پر مجبور کر دیا!"

بادشاہ بہت متحیر ہوا۔ گدھے کی صورت دیکھ کر اُس کی تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔

پھر بختیت کوکو نے بادشاہ سے کہا "گدھا اصل میں میرے اس دوست کے بھائی کی سواری ہے۔ وہ اسپر سوار ہو کر تمام دنیا میں سفر کرتا رہا۔ وہ اپنے اس گم شدہ بھائی کو تلاش کر رہا تھا جسے وحشی لوگوں نے قید کر لیا تھا۔ وہ اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت کے لئے یہ کپڑے بھی لایا تھا۔ مگر افسوس کہ درندے نے اُسے سوتے میں مار ڈالا۔ اب میرا دوست اعلیٰ حضرت کی خدمت میں یہ کپڑے نیز یہ جہنمی ہتیار جس سے اُسنے چشم زدن میں شیر کو مار ڈالا، ہدیۃً پیش کرتا ہے!"

بادشاہ از حد مسرور ہوا اور ہدیئے قبول کر لئے۔ پھر بختیت کوکو نے بادشاہ کی اجازت سے شعبان کو حکم دیا کہ گدھے پر سوار ہو کر بادشاہ کے روبرو اُسے دوڑائے۔ شعبان گدھے پر سوار ہو گیا۔ مگر سوء اتفاق سے گدھا چلانے لگا۔ اُس کی عجیب آواز سنکر وحشی باشندے اور خود بادشاہ پر سخت دہشت طاری ہوئی۔ وہ بے تحاشا بھاگ کھڑے ہوئے۔ بختیت کوکو نے دوڑ کر بادشاہ کو روکا، اور عرض کیا "یہ حیوان، سفر میں رہنے کی وجہ سے بدتمیز ہو گیا ہے! چند دن آرام کرنے کے بعد ٹھیک ہو جائے گا!"

بادشاہ نے اپنے کاہن سے مشورہ کیا۔ کاہن نے کہا "یہ مخلوق، اصل میں انسان ہی ہے اور جادو کے زور سے جانور بنا دیا گیا ہے"

تب بادشاہ کی آنکھوں میں غضب ظاہر ہوا۔ بختیت کوکو سمجھ گیا۔ اُسنے بندوق اُٹھائی، اور گولی مار کر گدھے کا خاتمہ کر دیا۔

اب بادشاہ کے ہوش حواس درست ہوئے۔ اُس کا غصہ دور ہو گیا۔ دونوں مہمانوں کو اپنے قصر شاہی میں اُتارا، جو پھوس کا ایک جھونپڑا تھا۔ پھر اُن کے اعزاز میں پُرتکلف دعوت کی۔ انکے واسطے سب سے زیادہ موٹے کتے ذبح کرائے اور اُن کے کباب مہمانوں کو کھلائے!

شاہی مہمان عزت و احترام سے رہنے لگے۔ اُنھیں ہر طرف پھرنے کی اجازت تھی۔ اُنھوں نے دیکھا، یہاں مرد بالکل برہنہ رہتے ہیں۔ عورتیں، صرف سبز پتے باندھ کر ستر پوشی کرتی ہیں۔ جب پتے خشک ہو جاتے ہیں تو اُنھیں پھینک کر نئے پتے باندھ لیتی ہیں۔ تعدد ازدواج کی عادت عام ہے۔ خود بادشاہ کے محل میں ۳۰۰ بیویاں تھیں۔ باشندے بہت مطمئن زندگی بسر کرتے ہیں۔ غذا وافر ہے۔ ہر گھر میں شہد بافراط موجود ہے۔

(۸)

چند ماہ قیام کے بعد دونوں دوست بادشاہ کی اجازت سے خرطوم روانہ ہوئے۔ وہاں سے مصر پہنچے۔ شعبان عدوی نے اپنے چچا کی لڑکی سے شادی کر لی اور اپنے دوست بختیت کوکو سے اپنی بہن بیاہ دی۔

---

[1] کرکور یا قورقرہ، خط استوا پر بحر غزال کے ممالک کا ایک جزء ہے۔ عجیب بات ہے کہ یہاں کے باشندے بہت سُرخ سفید ہوتے ہیں۔ اُن کے بال بھورے اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں۔ بالکل یورپین معلوم ہوتے ہیں۔

غدر ۱۸۵۷ء

تصویر کا دوسرا رُخ

کئی ہفتے گزرے، الہلال میں ایک امریکن مصنف کی جدید المشروع کتاب کے بعض حصوں کا ترجمہ شایع کیا گیا تھا جو غدر ۱۸۵۷ء کے حوادث پر تاریخی حیثیت سے لکھی گئی ہے۔ یہ ترجمہ چودہری محمد علی صاحب وکیل ایبٹ آباد کے قلم سے نکلا تھا۔ اب اُنھوں نے کتاب کے بعض دیگر حصص کا ترجمہ بھی بغرض اشاعت بھیجا ہے۔ آج ہم پھر یہ سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ پہلی قسط درج ذیل ہے۔

جن دنوں یہ وحشیانہ مظالم ظہور پذیر ہو رہے تھے، بعض نامور انگریزوں نے انکے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ ہم آجتک اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ اس قلیل جماعت نے اکثریت کی وحشیانہ حرکات کے خلاف نفرت کا اظہار کیا تھا۔ لارڈ کیننگ وائسرائے ہند نے ۳۱ جولائی ۱۸۵۷ء کو دیہاتوں کا جلانا ممنوع قرار دیدیا اور نہتے آدمیوں کو سزا دینے سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ جن افسروں نے عوام الناس سے وحشیانہ سلوک کیا تھا، اُن سے اختیارات چھین لئے گئے۔ ۲۰ اگست ۱۸۵۷ء کو گرانٹ صوبجات متحدہ میں بطور لفٹنٹ گورنر مقرر کیا گیا، تاکہ وہ الہ آباد اور دیگر مقامات میں ان لوگوں کو بچائے، جو بلاتمیز پھانسی دیئے جا رہے تھے۔ مگر کیننگ اور گرانٹ ایسے نرم دل واقع ہوئے تھے کہ ماتحت افسران کے احکام کی مطلق پروا نہیں کرتے تھے۔ بایں ہمہ انگریزوں نے انکے خلاف بڑا شور مچایا۔ اور وائسرائے کو تو وہ نرم دل کیننگ کہا کرتے تھے!

ماہ اگست میں جب انگریزی فوج کا ایک دستہ کسی گاؤں کو جلا کر واپس آ رہا تھا، راہ میں وفادار سپاہیوں کی ایک تعداد مل گئی۔ وہ بھی انکی سنگینوں کا شکار ہوئے۔ جرنیل اوٹرم اس واقعہ جانکاہ کو "سفاکانہ قتل" سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ لندن ٹائمز نے بھی ایسے بزدلانہ جرائم کے خلاف بہت کچھ لکھا تھا۔

یہ امر مسلم ہے کہ بہت سے ہندوستانی سپاہی ہمارے مظالم سے گھبرا گئے اور اپنی پلٹنیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد ازاں وہ بغاوت کرنے پر مجبور ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے جان توڑ کر ہمارا مقابلہ کیا جس سے ہمیں سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ انہیں یقین تھا کہ جو کوئی بھی انگریزوں کے ہاتھ آ گیا اس کی جان سلامت نہیں ہوگی۔

لفٹنٹ رابرٹس جو [illegible] فیلڈ مارشل کے عہدے پر ممتاز ہوا، اپنی ہمشیر کو ایک خط میں لکھتا ہے:

"میری پیاری ہیرٹ تم کو ہرگز یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ جو سپاہی ہمارے خلاف بغاوت کر رہے ہیں، میں ان پر ترس کھاتا ہوں۔ میں ایسا سنگدل ہو گیا ہوں کہ مجھے ان کی بے کسی پر مطلق رحم نہیں آتا۔ جب کوئی قیدی گرفتار کر کے پیش کیا جاتا ہے، تو سب سے پہلے میں ہی چلا اُٹھتا ہوں" فی الفور پھانسی پر لٹکایا جائے"

دہلی کے محاصرے کے دوران میں ایک افسر لکھتا ہے:

"دشمن نے صلح کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انگریز بغیر قتل کئے اور کسی شرط پر راضی نہیں ہونگے اور ان کا خیال بالکل درست ہے"

گریتھیڈ ایک خط میں اس افسر کے رائے کی تاکید کرتا ہے۔

سر جابج کیمبل اپنی سوانح عمری میں اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ سپاہیوں نے درحقیقت بغاوت کر کے سخت نمک حرامی کا ثبوت دیا۔ لیکن جب انہیں بگری مچگئی تھی۔ تو ہمیں ان کی وفاداری پر قطعاً امید نہیں کرنی چاہئے تھی۔ کیونکہ وہ ہمارے ہم وطن نہ تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ہماری طاقت معدوم ہو چکی ہے تو پھر انکا باغیوں سے جا ملنا اتنا سنگین جرم نہ تھا، جتنا ہم سمجھتے ہیں۔ بایں ہمہ ہمیں حیرت ہے کہ بہت تھوڑی فوجوں نے بغاوت میں حصہ لیا۔ جہاں کہیں کوئی فوج بغاوت کرتی تھی، وہ عموماً اپنے انگریز افسروں کو قتل کر دیتی تھی۔ لیکن برعکس اسکے عوام الناس نے اکثر ہماری امداد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ کئی دفعہ ہندوستانیوں نے انگریزوں کی جان بچا کر اپنے آپ کو مصیبت میں ڈال دیا۔ لیکن ہم نے ان لوگوں کی قربانی اور انسانیت کا بدلہ یوں دیا کہ باغی سپاہیوں کے ہمراہ انھیں بھی بلاتمیز قتل کرتے رہے!

ملکہ وکٹوریا اپنے خطوط میں (جو حال ہی میں کتاب کی شکل میں شائع ہوئے ہیں) غدر کے واقعات کے متعلق یوں لکھتی ہیں:

"ہماری فوجوں نے باغیوں سے سخت انتقام لیا۔ جس کی وجہ سے وہ سخت بدنام ہوئیں۔ کیونکہ انھوں نے سخت بے رحمی سے بدلہ لیا تھا مگر لارڈ کیننگ کو بھی اس کی نرم مزاجی کی وجہ سے یہاں لعن طعن کیا جاتا ہے۔ عوام الناس کی رائے ہے کہ فوج اور سول کے افسروں نے غدر کو کچل دینے کے لئے جو کچھ انتظامات کئے تھے، وہ بالکل ضروری تھے اور اگر یہ افسر سختی سے کام نہ لیتے۔ تو بغاوت اتنی جلد فرو نہ ہوتی"

رسل نے اپنی ڈائری میں یہ سوال یوں حل کیا ہے۔

"یا تو یہ محض ایک فوجی بغاوت تھی۔ یا عام بغاوت تھی۔ چونکہ یہ بغاوت محض فوجوں تک محدود تھی، اس لئے دیہات اور شہر کے باشندوں کو محض اس بنا پر موت کی سزائیں دینا کہ انھوں نے سپاہیوں کی بغاوت [illegible] انگریزوں کا ساتھ نہ دیا، کسی قدر تہذیب سے گرا ہوا فعل تھا۔ ہم لوگوں کے ہمدردانہ جذبات کو جرم نہیں قرار دے سکتے۔ ہمیں چاہئے تو یہ تھا کہ اپنے دشمنوں کو جنگ کے میدان میں تباہ کر[illegible] تمام علاقے کو محض اس بنا پر سزا دینا کہ اسمیں کچھ جرائم واقع ہوئے تھے، یا باغی سپاہیوں نے اسمیں ڈیرا ڈالا تھا۔ ایک ایسا شنیع فعل ہے کہ [illegible] سمجھدار آدمی اس سے نفرت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس بغاوت کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر دو قوموں کے درمیان ایسی سخت نفرت قائم ہو گئی ہے کہ اس کے دور کرنے کے واسطے بہت عرصہ چاہیئے باہمی اعتبار بالکل زائل ہو گیا ہے۔ اور اُمید نہیں کہ وہ پھر عود کر سکے"

ہوسن ایک جگہ لکھتا ہے:

"دہلی کے باشندوں نے باغیوں کے جرائم کا کفارہ کئی گنا دیدیا۔ ہزارہا مرد اور عورتیں شہر کے مضافات میں آوارہ پھر رہے تھے۔ نہ انکے پاس سامان خورد و نوش تھا۔ نہ ہی انکے قیام کے لئے کوئی مکان تھا جو کچھ ان کا اثاث البیت تھا، وہ انگریزی سپاہیوں نے لُوٹ لیا تھا۔ انھوں نے دہلی کی فتح کے بعد ہر ایک مکان کی تلاشی لی تھی اور جو کچھ وہاں ملا تھا، لُوٹ لے گئے تھے۔ عورتوں کی بڑی تعداد نے اپنے آپکو ہمارے رحم پر چھوڑ دیا تھا۔ ہم نے انہیں ایک محفوظ جگہ پر پہونچا دیا تھا۔ ہمیں ان دنوں ایسی شریف زادیوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوتا تھا، جو بڑی مشکل سے اپنے بچوں کو کندھوں پر اُٹھائے ہوئے رستوں پر ڈگمگاتی پھرتی تھیں کیونکہ وہ اپنے گھر کی چار دیواری سے باہر چلنے کی عادی نہ تھیں!"

رومیش دت ہندوستان کی تاریخ کے صفحہ ۲۲۴ پر لکھتا ہے:

"ہر ایک سمجھدار انگریز اور ہندوستانی اس بات کا خواہاں ہے کہ بغاوت کے افسوسناک حوادث کو مدارس کی تعلیمی کتابوں سے حذف کر دیا جائے تاکہ بچوں کے دماغ میں یہ زہر سرایت نہ کر سکے۔ جب سے انگریزوں نے ہندوستان پر تسلط جمانا شروع کیا، ان کی راجوں اور نوابوں سے ہمیشہ لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ ماننا پڑتا ہے کہ ان لڑائیوں میں فریقین نے اس قدر ظلم برپا نہیں کئے تھے، جیسے کہ غدر کے دنوں میں ہوئے۔ باغیوں نے اس خیال سے بغاوت کا علم بلند کیا تھا کہ وہ اپنے مذہب اور قومیت کی خاطر لڑ رہے تھے۔ لیکن انھوں نے بے گناہ عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی قوم اور مذہب کی سخت توہین کی۔ دوسری طرف سے انگریزی فوجوں نے بھی سیکڑوں میلوں کے محاذ میں بے شمار گاؤں جلا ڈالے اور بے شمار بے گناہوں کا خون بہایا۔ انھوں نے دہلی کے باشندوں کا قتل عام کیا۔ حالانکہ باغی سپاہ (جو واجب القتل تھی) شہر چھوڑ کر بھاگ گئی تھی۔ اسی طرح انگریزی کمشنروں نے شمالی ہند میں ہزاروں بے گناہ آدمیوں کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ جنھوں نے غدر میں مطلقاً حصہ نہیں لیا تھا"

جن واقعات کا میں نے ذکر کیا ہے، اُنھیں کسی خاص خصوصیت کی بنا پر منتخب نہیں کیا گیا۔ بہت سے حوادث غدر ان سے بھی زیادہ ہولناک قسم کے میرے علم میں آئے ہیں جن کا ذکر میں پسند نہیں کرتا بعض لوگ خیال کرینگے، مجھے اس افسوسناک معاملہ کی یاد تازہ نہ کرنی تھی۔ لیکن میں نے اس لئے یہ داستان غم از سر نو چھیڑی ہے تاکہ ایک معاملہ کا فیصلہ ہو جائے۔ ایک طرف انگریز ہیں جو آجتک ۱۸۵۷ء کے ہندوستانی مظالم فراموش کرنا نہیں چاہتے اور یکے بعد دیگرے ایسی تاریخیں [illegible] جاری ہیں جن میں صرف تصویر کا ایک ہی رُخ نمایاں کیا جاتا ہے۔ دوسری طرف ہندوستانی ہیں، اور وہ بجا طور پر محسوس کرتے ہیں کہ آجتک اُنکے خیالات و احساسات کی بالکل شنوائی [illegible]۔ ایک مورخ نے بھی اس کی ضرورت نہ سمجھی کہ تصویر کا دوسرا رُخ [illegible] کی بھی کوشش کرے۔ میری رائے میں انصاف اور دیانت داری کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو دونوں فریق [illegible] بھلا دیں۔ یا پھر دونوں کو اپنا اپنا نقطہ خیال ظاہر کرنے کا موقعہ دیا جائے۔

لارڈ رابرٹس کے وہ خطوط جو ۱۸۵۷ء میں انھوں نے لکھے تھے، [illegible] میں چھاپ کر شائع کئے گئے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ہندوستان سے [illegible] ہمدردی ہوتی تو یہ کتاب اب ہرگز شائع نہیں کی جاتی ہندوستانیوں کے خلاف سخت زہر اگلا ہے۔ میں نے جان بوجھکر نیل ([illegible]) کی سفاکانہ حرکات کا (جو کانپور کے حادثہ سے بھی دہشتناک تھیں) ذکر نہیں کیا ہے۔ نہ ہی میں نے ہاڈسن کے شنیع افعال کو (جنے ہمایوں کے مقبرے کے قریب دو مغل شاہزادوں کو بلا وجہ قتل کیا تھا) اس کتاب میں درج کرنا مناسب سمجھا ہے۔ میں نے

کئی چشم دید گواہوں کے بیانات بھی حذف کر دیئے ہیں، جن کا بیان ہے کہ سیکڑوں دیہات جلا دیئے گئے اور ان میں بوڑھے مرد اور پردہ نشین عورتیں بھی جلکر راکھ ہوگئیں۔

غدر کے تاثرات جنوبی ہند اور بنگال تک نہیں پھیلے لیکن بہار سے لے کر شمال مغربی سرحد تک غدر کی یاد ابتک تازہ ہے۔ اس علاقہ کے ہندوستانیوں اور انگریزوں دونوں نے ابھی تک فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لئے اس کی یاد ان دونو قوموں کے باہمی تعلقات میں رخنہ اندازی کرتی رہتی ہے۔ جب کبھی کہیں ذرا سا فساد ہوتا ہے تو ہندوستان کے انگریز باشندے چلا اُٹھتے ہیں "مارشل لا فی الفور نافذ کیا جائے" کیونکہ انہیں ہر وقت اپنی جانوں کا خطرہ رہتا ہے اگر غدر کے افسانے انگریزی تواریخ میں ایسے خوفناک طریقہ سے درج نہ کئے جاتے تو انگریزوں کے دلوں میں اس قسم کا ہیجان ہرگز پیدا نہ ہوتا۔ جب کبھی انگریز یہ جھوٹے قصے پڑھتے ہیں۔ تو ان کے دلوں میں ہندوستانیوں کے خلاف ایک عالمگیر نفرت پیدا ہوجاتی ہے۔ اور خواہ مخواہ کوئی بہانہ پیدا کر کے انتقام لینے پر تل جاتے ہیں میں ذیل میں تین ایسے واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے عہد غدر کے بعد خیالات کا اندازہ لگ سکتا ہے:

تین واقعات

کوکوں کی بغاوت

(۱) "۱۴ر جنوری ۱۸۷۲ء کو تقریباً ایک سو انتہا پسند سکھوں نے (جنھیں پنجابی زبان میں کوکر بھی کہتے ہیں) مالیر کوٹلہ کے شہر پر دھاوا مار دیا۔ فریقین کے درمیان سخت لڑائی ہوئی۔ اور دونو طرف سے بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔ سکھوں کی طرف سے ۸۰ آدمی (جن میں ۲۲ مجروح بھی تھے) بھاگ کر ریاست پٹیالہ میں پناہ گزیں ہوگئے۔ لیکن دوسرے ہی دن انھوں نے انگریزوں کے سامنے ہتیار ڈال دیئے اور اُنھیں شیر پور کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ کووَن نے جو لدھیانہ کا ڈپٹی کمشنر تھا، ان قیدیوں کو کوٹلہ میں بلوایا (جہاں وہ خود ۱۶ر تاریخ کو پہنچگیا تھا) اسنے اپنے کمشنر کو اسی وقت اطلاع بھیجی کہ اب امن وامان ہوگیا ہے اور کل صبح قیدیوں کو توپ کے ذریعے اُڑا دیا جائے گا۔ ۱۷ر جنوری کو کمشنر نے کووَن کو حکم دیا کہ قیدی فی الحال شیر پور کے قلعہ ہی میں رکھے جائیں، لیکن کووَن نے تعمیل حکم سے گریز کیا اور اسی روز بغیر کسی تحقیقات کے ۴۹ قیدی توپ سے اُڑا دیئے گئے۔ شام کے ۷ بجے کمشنر کا ایک اور حکم ملا۔ اسوقت ۱۶ قیدی توپ کے سامنے بندھے ہوئے تھے۔ کمشنر نے لکھا تھا کہ تمام قیدی بلا تاخیر اس کے پاس بھیجدیئے جائیں تاکہ وہ انکے مقدمہ کی سماعت کرے۔ لیکن کووَن نے اس حکم کی بھی مطلق پروا نہ کی۔ اور اس گروہ کو بھی توپ سے اُڑا دیا۔ جب گورنمنٹ نے اُس کی نافرمانی کے متعلق بازپرس کی۔ تو اسنے جواب دیا "جب مجھے کمشنر کا حکم ملا تھا تو میں نے سوچا، اگر اسوقت ان ۱۶ آدمیوں کو (جو توپوں سے بندھے ہوئے ہیں) قتل نہ کیا گیا تو حاضرین پر بُرا اثر پڑیگا۔ اور اس تاخیر سے ہماری کمزوری ثابت ہوگی۔ اس لئے میں نے انہیں قتل کرا دیا" ایک قیدی اپنے محافظوں سے بھاگ نکلا تھا اُسنے آتے ہی کووَن پر حملہ کر کے اس کی داڑھی پکڑ لی۔ لیکن ہندوستانی افسروں نے اسے تلواروں سے ڈھیر کر دیا۔ فارسِتھ (کمشنر) نے کووَن کو کئی دفعہ حکم دیا تھا کہ قانون کے مطابق کارروائی کرنی چاہئے، مگر اسنے نافرمانی کی۔ علاوہ ازیں کمشنر نے گورنمنٹ کو تار بھی دیدیا تھا کہ میں موقع پر موجود ہوں۔ اور میں ان قیدیوں کے مقدمات کا بغیر کسی تاخیر کے فیصلہ کر سکتا ہوں۔ مجھے اسوقت کسی فوری کارروائی کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ ممکن ہے اس سے جوش زیادہ پھیل جائے۔ لیکن جب ڈپٹی کمشنر نے اسے اطلاع دی کہ اسنے بہت سے قیدی قتل کرا دیئے ہیں۔ تو کمشنر نے اس کا جواب یوں دیا۔ "میرے پیارے کووَن۔ جو کچھ آپنے کیا ہے۔ بہت اچھا کیا ہے۔ میں نے آپ کا طرزِ عمل بہایت پسند کیا۔ میں بھی آپکی تقلید کروں گا"۔ چنانچہ جب بقیہ قیدی اس کے پاس بھیجے گئے تو اُسنے بھی انہیں سزائے موت دے دی۔ جب گورنمنٹ آف انڈیا کو ان واقعات کا علم ہوا تو اسنے ایک بڑا لمبا چوڑا حکم لکھا۔ اور کووَن کے فعل کی سخت مذمت کی۔ اور اسے وحشیانہ حرکت سے منسوب کیا۔ بالآخر کووَن برخاست کیا گیا۔ کمشنر کو بھی سخت ملامت کی گئی اور اسے ایک دوسرے صوبے میں اسی عہدے پر تبدیل کر دیا گیا۔ جب لارڈ نارتھ برُوک وائسرائے ہوئے تو فارسِتھ نے اس حکم کے خلاف اپیل کی۔ وائسرائے نے اسے کاشغر ایک سیاسی وفد کا سرکردہ بنا کر بھیجدیا جہاں اسے سیاسی خدمات کے عوض سر کا خطاب دیا گیا۔

اُسوقت تمام انگریز افسروں اور اخباروں نے کووَن اور فارسِتھ سے ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا دہشتناک واقعہ نہیں دیکھا ہے۔ میری رائے میں گورنمنٹ نے ان دو افسروں کو برائے نام سزا دی۔ حالانکہ وہ سنگین سزا کے مستحق تھے"

میں نے یہ تمام واقعہ حرف بحرف کاٹن کی کتاب "یاد ایام" (Indian & Home memories) سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ میں اس سے بہتر اس واقعہ کی تفصیل نہیں لکھ سکتا تھا!

فارسِتھ اپنی سوانح عمری میں اسی واقعہ کی متعلق یوں لکھتا ہے:

"چونکہ میں کمشنر تھا اس لئے مجھے قتل کرنے کے کلی اختیار تھے لیکن کووَن کو اس قسم کا کوئی اختیار نہ تھا۔ میں نے اسے لدھیانہ سے لکھ دیا تھا کہ وہ ان باغیوں کے مقدمہ کی سماعت کرے لیکن جب تک میں اس کے پاس نہ پہنچ جاؤں، وہ کسی صورت میں ان قیدیوں کو سزا نہ دے۔ لیکن اسنے میرے اختیارات چھین کر قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور بغیر میرے حکم کے قتل کرا دیا۔ ناچار اسکے فعل کی ذمہ داری مجھے اپنے سر لینی پڑی۔ اور اس سے متفق الرائے ہونا پڑا۔ کیونکہ میں اُسے غلطی کے نتائج سے بچانا چاہتا تھا۔ جب اسے ملازمت سے برطرف کیا گیا۔ تو میں نے اس کی ہر طرح سے امداد کی اور اسکے واسطے ہندوستان میں ہی ایک بہایت عمدہ ملازمت مہیا کر دی"

جنگ افغانستان

(۲) دوسرا واقعہ افغانستان کی دوسری جنگ سے تعلق رکھتا ہے میں اسوقت اس جنگ کے واقعات دہرانا نہیں چاہتا۔ کیونکہ یہ بڑی لمبی چوڑی داستان ہے۔ جب افغانستان اور برطانیہ کی آپس میں صلح ہوگئی۔ تو کوینگرنی کو برطانیہ کی طرف سے بطور سفیر کابل میں متعین کیا گیا۔ چند دنوں کے بعد کوینگرنی مع اسٹاف کے خود پٹھانوں کے ہاتھو مقتول ہوا۔ جرنیل رابرٹ نے کابل پر چڑھائی کی۔ اور بڑی بہادری دکھا کر اکتوبر ۱۸۷۹ء میں فتح کر لیا۔ بعد ازاں انتقامانہ کارروائیاں شروع ہوگئیں۔ کیونکہ پٹھانوں نے ہمارے سفیر کو قتل کر کے ہمارے جھنڈے کی بڑی توہین کی تھی۔ کاٹن اپنی کتاب کے صفحہ ۱۷۲ میں لکھتا ہے کہ مارشل لا (جنگی قانون) فوراً نافذ کیا گیا۔ لوگوں کو گروہ در گروہ پھانسی دی جاتی تھی۔ امیر یعقوب خاں کو جلاوطن کر کے ہندوستان بھیجا گیا۔ گردو نواح کے علاقے سامان خورد و نوش کی خاطر تباہ کئے جاتے تھے۔ دیہاتوں کا جلانا تو ایک روزمرہ کی کارروائی تھی!

سر چارلس میگگیریگر جو لارڈ رابرٹ کا چیف آف سٹاف تھا اپنی سوانح عمری کے صفحہ ۱۳۶ میں مندرجہ ذیل فقرات لکھتا ہے۔

"جب تک مجھے افغان قیدیوں کے جُرم کا یقین نہ ہو جائے تب تک میں انہیں بے فائدہ سزا نہیں دوں گا۔ دفتر امور خارجہ کی رائے ہے کہ ایسی سزائیں دی جائیں جو عبرتناک اور جارحانہ ہوں لیکن میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں ہر ایک مقدمہ میں پوری تفتیش کرنی چاہئے۔ میں بے گناہ لوگوں کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ اس سے بُرے نتائج نکلتے ہیں"۔

یہی جرنیل اپنے روزنامچہ میں ۲۲ر اکتوبر کا یہ واقعہ لکھتا ہے۔

"میں نے آج ۵ آدمیوں کی زندگی بچائی ہے۔ یعنی اگر میں اُن کے مقدمات میں پوری طرح غور و خوض نہ کرتا۔ تو انہیں یقیناً پھانسی دی جاتی۔ ان ملزموں میں سے ایک کا نام ابوبکر تھا۔ جو سوداگر تھا۔ اسکے خلاف مقدمہ صریحًا بناوٹی تھا۔ کیونکہ اس کے جانی دشمن نے اسکے خلاف جھوٹی شہادت دی تھی"

ہاورڈ ہنسن جو اخبار پائنیر الہ آباد کا اس جنگ میں نامہ نگار تھا ایک جگہ کابل کا نقشہ یوں کھینچتا ہے۔

"کابل شہر خموشاں بنا ہوا ہے۔ وہ بازار اور کوچے جہاں ہر وقت خونریزی اور فساد کا بازار گرم رہتا تھا اب قبرستان کی مانند چپ چاپ ہیں۔ شہر کے باشندوں نے پہلے پہل ہماری نرمی سے فائدہ اُٹھایا تھا۔ لیکن جب سے ہم نے انتقام لینا شروع کیا ہے، اُنھیں ہماری وحشیانہ طاقت کا پورا پورا احساس ہوگیا ہے"۔

جب ہماری فوجوں کی ظالمانہ حرکات کی اطلاع انگلستان پہنچی۔ تو عوام الناس نے بڑا شور مچایا۔ افغانستان میں ابتک ہمارے وحشیانہ افعال کی یاد تازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہمارا قدیمی دشمن چلا آتا ہے۔

خریداران الہلال توجہ فرمائیں

جن جن حضرات سے ۶ ماہ کی قیمت وصول ہوئی تھی، اُن کا حساب الہلال نمبر (۲۴) پر ختم ہوجائے گا۔ یعنی آئندہ نمبر سے بعد کے نمبر پر۔ اگر وہ آئندہ بھی الہلال کا مطالعہ جاری رکھنا چاہتے ہیں، تو دفتر بہایت شکر گذار ہوگا اگر دی۔پی کی درخواست کی جگہ وہ بذریعہ منی آرڈر قیمت روانہ کردیں۔ دی۔پی کی رقم وصول ہونے میں بہت تاخیر ہوتی ہے، اور اس لئے پرچہ کے مسلسل اجراء میں خلل واقع ہوجاتا ہے۔ اگر وہ ایک ہفتہ کے اندر قیمت بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تو رجسٹر میں نمبر ۲۳ کے بعد سے اُن کی جدید خریداری کا اندراج ہوجائے، اور پرچہ کی ترسیل بغیر کسی انقطاع کے جاری رہے۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ نئی شش ماہی جلد سے الہلال کا نیا دورِ حیات شروع ہوگا، اور وہ اس حالت سے بالکل مختلف ہوگا، جس حالت میں اسوقت تک نکلتا رہا ہے۔ (منیجر)

بریدِ شرق

مکتوبِ حجاز

(الہلال کے مقالہ نگار مقیم حجاز کے قلم سے)

لجنۃ التفتیش مدینہ منورہ میں

قارئین الہلال لجنۃ التفتیش کے نام اور مقاصد سے واقف ہوچکے ہیں کہ مکہ معظمہ اور جدہ کے انتظامات و اصلاحات سے فارغ ہوکر اب یہ مجلس گزشتہ ہفتہ مدینہ منورہ گئی ہی۔ شیخ حافظ وہبہ اس کے صدر ہیں مجلس نے مدینہ طیبہ میں پہنچتے ہی علماء و فضلاء اور شہر کے سربرآوردہ آدمیوں کو جمع کیا اور صدر مجلس نے اُن کے روبرو حسب ذیل تقریر کی:

"میں مجلس جلالۃ الملک کا سلام پہونچاتا ہوں۔ سلطان تمھارے لئے اور تمھارے پاک شہر کے لئے اپنے دل میں بہترین آرزوئیں رکھتے ہیں۔ سلطان نے ہمیں یہاں اس لئے بھیجا ہی کہ رعایا کے حالات اور حکومت کے معاملات کی تفتیش کریں۔ جتنی اچھائیاں ہمیں نظر آئیں گی، برقرار رکھیں گے جتنی برائیاں دکھائی دیں گی، دُور کردیں گے۔ تم جانتے ہو آدمی اپنی انفرادی حالت میں کمزور ہی، لیکن جماعت کے ساتھ طاقتور ہی۔ پس ہم چاہتے ہیں تم اس مجلس میں شریک ہو۔ اس کی مدد کرو۔ اس کے سامنے اپنی شکایتیں پیش کرو۔ اپنے مشوروں سے اس کی رہنمائی کرو۔ ہم ہر معقول بات سننے اور کرنے کے لئے طیار ہیں۔ ہم ہر ظالم کو گرادینے پر تلے ہوئے ہیں۔ تم ہرگز کسی کا خوف اپنے دل میں نہ رکھو۔ بڑے سے بڑے حاکم نے بھی اگر زیادتی کی ہی، تو صاف صاف کہدو۔ ہم فوراً اس کا تدارک کریں گے۔ ہماری غرض اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس مقدس شہر کو ترقی اور اس کے باشندوں کو خوش حالی حاصل ہو۔ اس پیغام کے بعد سلطان کی ذمہ داری دُور ہوگئی ہی۔ اگر تم اب بھی خاموش رہو گے اور اپنی شکایتیں پیش نہیں کرو گے تو اس کی ذمہ داری سراسر تمھارے ہی سر ہوگی۔ پھر حکومت کو ملامت نہ کرنا، خود اپنی بزدلی اور غفلت پر تاسف کرنا۔"

اس کے بعد مجلس نے حکومت کے تمام شعبوں اور دفتروں کی جانچ کی۔ پھر اپنی تحقیقات قلمبند کرکے خفیہ طور پر سلطان کو بھیجدی۔ سلطان نے فوراً مدینہ منورہ کے حاکم اور سپہ سالار کو طلب فرمایا اور انھیں معزول کرکے اپنے تیسرے بیٹے شاہزادہ محمد کو حاکم اعلیٰ، شیخ عبدالعزیز ابراہیم کو اُن کا نائب، اور شیخ یاسین رواف کو مساعد مقرر کردیا۔ نئے حاکم نے آتے ہی باشندوں کو جمع کیا اور سلطان کا حسب ذیل فرمان سُنایا:

"اے اہل مدینہ! تم اور تمھارے حاکم باہم نیکی اور تقویٰ میں مددگار بنجائیں۔ ہوا و ہوس اور گمراہیوں سے پرہیز کریں۔ باہم اتحاد رکھیں شقاق سے بچیں۔ قیل و قال چھوڑدیں۔ خدا ہماری اور تمھاری دست گیری کرے، اور سب کو نیکی کی توفیق بخشے۔"

پھر سلطان کا وصیت نامہ پڑھا گیا جو اُنھوں نے حاکم مدینہ کے نام بھیجا کے لئے لکھا ہی۔ وہ حسب ذیل ہی:

"امن و امان قائم کرنے میں پُوری کوشش کرنا۔ تمام لوگوں سے یکساں برتاؤ کرنا، کیونکہ سب آدمی برابر ہیں۔ نہ عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت ہی، نہ عجمی کو عربی پر کوئی امتیاز۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی کا پتلا تھا۔ ہاں، اگر کوئی امتیاز ہی تو وہ صرف تقویٰ کا امتیاز ہی۔ میرا مطالبہ یہ ہی کہ تمام رعایا تجھ سے خوش رہے۔ شہری باشندے بھی خوش رہیں، بدوی باشندے بھی خوش رہیں۔ کوئی معاملہ بھی اپنی رائے سے انجام نہ دینا ہمیشہ شرعی حاکم سے مشورہ کرو۔ کیونکہ اس میں اللہ کی اطاعت زیادہ ہی اور مخلوق کی رضامندی بھی اسی ذریعہ حاصل ہوسکتی ہی۔ اپنے بارے میں لوگوں کا خیال بدل دو۔ تمھیں سب سخت گیر کہتے ہیں۔ نرم دل بنجاؤ۔ میری سب سے بڑی وصیت یہ ہی کہ شعائر دین قائم کرو، اوامر الٰہی جاری کرو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر قائم ہوجاؤ۔ شریعت کے نفاذ میں لومۃ لائم کی پروا نہ کرو۔ اپنے ماتحت عُہدہ داروں کی نیکی میں مدد کرو۔ اگر اُن کی کوئی قابل اعتراض بات نظر آئے تو عوام و خواص میں اُن کی مذمت شروع نہ کردو، بلکہ اُنھیں اپنے پاس بُلاکر نصیحت کرو۔ اگر اس پر بھی اُن کی اصلاح نہ ہو تو مجھے یا میرے نائب عام کو اطلاع دو۔ عُہدہ داروں کو اپنا جاسوس نہ بنانا۔ سب کو دُور سے اپنا دوست بنائے رکھو!"

سُلطان کا سفر نجد

سلطان اپنے نجدی پائے تخت ریاض کو روانہ ہوگئے ہیں۔ سفر سے پہلے حرم میں نماز پڑھی اور طواف الوداع کیا۔ یہ سفر نجد میں بعض انتظامات کی تکمیل کے لئے ہی۔

عسیر کے لئے طبّی وفد

عسیر کا علاقہ جس وقت سے سلطان ابن سعود کے زیر حکومت آیا ہی، سلطان اصلاح و ترقی کی کوششوں میں سرگرم ہیں۔ اس علاقہ میں اسوقت تک نہ تو کوئی باقاعدہ معالج تھا۔ نہ شفاخانہ۔ اب سلطان کے حکم سے ایک طبّی وفد بھیجا جارہا ہی تاکہ وہاں ایک شفاخانہ قائم کرے ڈاکٹر طخیری کبلی اس وفد کے رئیس ہیں جو مکہ معظمہ کے محکمۂ حفظانِ صحت کے مہتمم تھے۔

عدل و امان

اس ہفتہ ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اگرچہ حجاز میں اب کوئی غرابت نہیں رکھتا۔ لیکن بیرونی دنیا کے لئے وہ ضرور قابل ذکر ہی۔ واقعہ یہ ہی کہ مکہ معظمہ کا ایک صرّاف جدّہ سے آرہا تھا۔ گھر پہنچکر اُسنے دیکھا کہ پندرہ ہزار روپیہ کی تھیلیاں اسباب سے غائب ہیں! وہ سخت پریشان ہوا دوستوں نے مشورہ دیا کہ پولیس کو خبر کرے۔ مگر اُسنے انکار کردیا۔ کیونکہ اُسے معلوم نہیں تھا، یہ رقم کہاں ضایع ہوگئی؟ اچانک اُس کے بچہ

عالمِ مطبوعات و صحائف

کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہی؟

آمریکہ سے یورپ تک دو گھنٹے میں!

آمریکہ اور یورپ میں اب تک مشہور فضائی سیاح لنڈبرگ کا چرچا ہورہا ہی۔ یہی وہ شخص ہی جو نیویارک سے پیرس تک بغیر کہیں رُکنے کے، اُڑنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔

لیکن اب یورپ اور آمریکہ کے ہوائی سفر کے ماہرین، اس کامیابی پر متعجب نہیں ہیں۔ اُن کا خیال ہی، بہت جلد یہ بات ممکن ہوجائیگی کہ آمریکہ سے یورپ تک کی مسافت صرف دو گھنٹے میں طے کرلی جائے!

اسوقت جرمنی میں تین شخص ایسے موجود ہیں جو چاند تک پہنچنے کے لئے علمی جدوجہد شروع کرچکے ہیں۔ یہ سب کے سب علوم کے بھی اُستاد ہیں، اور اُن تدابیر پر علمی طریقہ سے غور کرچکے ہیں جن کے ذریعہ ہوائی جہاز کا چاند تک پہنچ جانا ممکن ہی۔

حال میں پروفیسر ماکس ویلیر نے (جو ان تین میں سے ایک ہی) ایک بیان بعض علمی رسائل میں شائع کیا ہی۔ وہ لکھتا ہی:

"انسان اب اپنی ایجادات کے زور سے مسافت کی دُوری پر غالب آگیا ہی۔ مثلاً سَو میل کی مسافت پہلے ۴ دن میں طے کیجاتی تھی۔ بائسکل نے اسے ایک دن کی مسافت کردیا۔ ریل نے اسے ایک گھنٹہ کا سفر بنادیا۔ اور اب ہوائی جہاز کے لئے یہ صرف چند منٹوں کی بات ہی۔ پھر اگر توپ کے گولہ کی رفتار پر نظر ڈالی جائے، تو وہ سَو میل کی مسافت ۳ منٹ میں طے کرلیتا ہی۔"

"بلاشبہ موجودہ ہوائی جہاز توپ کے گولہ کی سی رفتار نہیں پیدا کرسکے ہیں۔ کیونکہ جہاز جوں جوں فضا میں بلند ہوتا جاتا ہی، ہوا لطیف ہوتی جاتی ہی، اور جہاز کی قوت میں کمی آتی جاتی ہی۔ لیکن اس سے ہماری کوششوں میں فرق نہیں آسکتا۔ ہمیں اپنی سعی برابر جاری رکھنی چاہیے۔ ہم ضرور کوئی ایسا طریقہ پیدا کرلیں گے کہ توپ کے گولہ کی طرح ہوائی جہاز بھی فضا میں بغیر کسی رُکاوٹ کے بلند ہوسکے۔"

"بعض لوگوں کا خیال ہی کہ اگر ہوائی جہازوں میں ایسے محرک (موٹر) لگادیے جائیں جو بلندی پر جاکے ہوا میں کثافت پیدا کرسکیں تو یہ مشکل حل ہوجائے گی لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہی۔ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ میل تک جہاز پہنچ سکے گا۔ اس کے بعد محرک بے کار ہوجائے گا۔"

"یہ مشکل صرف اس طرح حل کی جاسکتی ہی کہ محرک، خود جہاز میں نہیں بلکہ اُس کے باہر ہو۔ یعنی ایسے آلات ایجاد کئے جائیں جو جہاز کو بلندی پر اُسی طرح پہنچادیں، جس طرح توپ اپنا گولہ اُڑادیتی ہی۔ اس صورت میں ہوا کی لطافت کا اُسپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔"

ایک اور پروفیسر ہوہمن کا خیال ہی۔

"اگر ہوائی جہاز، ۱۵ میل کی بلندی پر پہنچ سکے۔ اور اُس کا محرک ۵۰ ٹن وزن کا ہو، اور خود جہاز کا وزن ½ ۹ ٹن سے زیادہ نہ ہو تو وہ برلن سے نیویارک کا فاصلہ ۲۸ گھنٹے میں طے کرسکتا ہی۔ لیکن اگر جرمن پروفیسر کے نظریہ کے مطابق یہ جہاز، توپ کے گولے کی طرح، درجہ ۸۰ کے زاویہ پر، ہوا میں پھینکا جائے، تو، اسکے

بعد وہ تین ہزار میٹر کی بلندی پر پہنچ جائیگا۔ اُس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۴۰۰ میٹر ہوجائے گی۔ ۳۵ سکنڈ کے بعد وہ ۲۰ ہزار میٹر بلندی پر ہوگا اور اس کی تیزی ہر سکنڈ میں ۸۰۰ میٹر زیادہ ہوتی جائے گی۔ پھر ۴۰ سکنڈ کے بعد ۵۰ ہزار میٹر کی افقی بلندی پر پہنچ جائے گا۔ اور اُسکی افقی سرعت، ہر سکنڈ میں دو ہزار میٹر ہوجائے گی۔ اسی صورت میں یہ جہاز برلن سے نیویارک صرف ۱½ گھنٹہ میں پہنچ جائے گا!"

ایک دوسرے جرمن پروفیسر اوبرٹ کا خیال ہے۔

"دس پندرہ برس کی مدت میں ایسے ہوائی جہاز بنجائیں گے، جو ہر سکنڈ میں ۲۸۰۰۰ میٹر مسافت طے کرلیں گے۔ اُس وقت یہ ممکن ہوگا کہ انسان چاند اور دوسرے کواکب تک پہنچ سکے"

لیکن بہت سے علماء یہ نظریہ تسلیم نہیں کرتے۔ اُن کے دو بڑے اعتراض ہیں جن کا اب تک کوئی شافی جواب نہیں ملا ہے۔ ایک یہ کہ جو جہاز اس قوت سے توپ کے گولے کی طرح فضا میں پھینکا جائے گا، وہ ایک معین حد پر پہنچکر ضرور مشتعل ہوجائے گا یعنی جل جائے گا دوسرے یہ کہ اگر کوئی تدبیر ایسی کرلی جائے کہ جہاز مشتعل نہ ہو، جب بھی اُس کے اُترنے کی صورت کیا ہوگی؟ یقیناً وہ اُسی تیزی سے نیچے گرے گا، جس تیزی سے اوپر پھینکا گیا ہے!

جرمن ہواباز یہ اعتراض تسلیم کرتے ہیں، مگر ساتھ ہی اُمید کرتے ہیں کہ ہم جلد ان مشکلات پر غالب آجائیں گے۔

صناعی آنکھ جو تاریکی میں دیکھتی ہے!

Noctovision

جب آفتاب کا نور کسی منشور شیشے میں سے ہوکر گزرتا ہے، تو رنگ کا ظاہر ہوتا ہے۔ سب رنگ علحدہ علحدہ اوپر نیچے صفوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ سُرخ رنگ سب سے نیچے ہوتا ہے۔ اُس کے اوپر نارنجی، پھر زرد، پھر سبز، پھر اودا، پھر نیلا، پھر بنفشی۔ یعنی بنفشی سب سے اوپر ہوتا ہے۔ سُرخ سب سے نیچے۔ توس قزح میں بھی یہی ساتوں رنگ دکھائی دیتے ہیں۔

لیکن تحقیقات سے ثابت ہوا کہ آفتاب کا نور، صرف ان سات رنگوں ہی میں تحلیل نہیں ہوتا، بلکہ اور بھی بہت سے رنگ اختیار کرتا ہے مگر وہ رنگ غیر مسلح آنکھ سے دکھائی نہیں دیتے۔ ان غیر مرئی رنگوں میں بعض رنگ سرخ رنگ کے نیچے ہوتے ہیں اور بعض بنفشی کے اوپر۔ سرخ شعاعوں کے نیچے جو شعاعیں ہیں، وہ گرم ہوتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ سے دکھائی نہیں دیتیں لیکن جلد پر محسوس ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں تاریک شعاعیں کہلاتی ہیں۔ آفتاب کی جو قوت ہم تک پہنچتی ہے، اسکے اجزاء میں غالب حصہ انہی تاریک شعاعوں کا ہوتا ہے۔

بنفشی شعاعوں کے اوپر جو شعاعیں ہیں، اُنکی موجیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ یہ بھی دکھائی نہیں دیتیں۔ البتہ فوٹو گرافی کی تختی پر ان کا اثر ظاہر ہوجاتا ہے۔ ان کا نام ہے "شعاع ماورائے بنفشی" یا "شعاع کیمیاوی"۔

انسان کی آنکھ آفتاب کی اُنھی شعاعوں سے متاثر ہوتی ہے جو سُرخ اور بنفشی رنگوں کے درمیان ہیں۔ جب یہ تمام شعاعیں یا ان میں سے کوئی ایک شعاع کسی جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ متاثر ہوتی ہے، اور دیکھنے لگتی ہے۔ لیکن اگر ان ساتوں رنگوں کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی شعاع جسم سے منعکس ہوتی ہے، تو آنکھ اُس سے متاثر نہیں ہوتی، اس لئے وہ دیکھ بھی نہیں سکتی۔

لیکن اب انسان کی یہ مجبوری دُور ہوجائے گی۔ کیونکہ انگلستان میں جان بایرڈ نامی ایک عالم نے ایک ایسی کہربائی آنکھ ایجاد کرلی ہے، جو تاریکی میں بھی بخوبی ہر چیز دیکھ سکتی ہے۔ یہ صناعی آنکھ اس درجہ حدید البصر ہے کہ تاریک شعاعیں، یعنی وہ شعاعیں جو سُرخ رنگ کے نیچے ہیں۔ اُسے متاثر کردیتی ہیں۔ اس آنکھ کے فعل کا نام Noctovision (یعنی رات میں دیکھنا) تجویز کیا گیا ہے

قارئین الہلال شاید واقف ہونگے کہ یہ موجد وہی نوجوان ہے جو پچھلے دنوں ایک نہایت مفید ایجاد کے سلسلہ میں مشہور ہوچکا ہے۔ اُسنے ایک ایسا طریقہ ایجاد کیا تھا جس سے دُور کی چیزیں بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں، جس طرح قریب کی چیزیں انسان دیکھ لیتا ہے۔

لیکن یہ جدید ایجاد پہلی ایجاد سے زیادہ حیرت انگیز اور مفید ہے۔ یہ آلہ اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس میں سرخ رنگ کے نیچے کی شعاعیں جمع ہوجاتی ہیں، اور اُسی طرح خارج ہوتی ہیں، جس طرح چور لیمپ سے روشنی نکلتی ہے۔ پھر سُرخ شعاعیں اتنی زیادہ مقدار میں تاریک جسم پر سمٹ آتی ہیں کہ کہربائی آنکھ فوراً متاثر ہوجاتی ہے، اور ایک خاص لوح پر صورتیں اسی طرح منعکس کرنے لگتی ہے جس طرح سینما کے پردے پر صورتیں ظاہر ہوتی ہیں!

برطانی حکومت نے سرکاری طور پر اس ایجاد کا امتحان کیا تھا۔ ایجاد کامیاب ثابت ہوئی۔ اور حکومت نے موجد سے اسکے حقوق استعمال حاصل کرلئے۔

زلزلے سے پہلے اُس کا اعلان

تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ سمندر کے مدّ وجزر کی طرح زلزلے میں بھی مدّ وجزر ہوتا ہے۔ حالت مدّ میں زلزلے بکثرت واقع ہوتے ہیں۔ حالت جزر میں تقریباً مفقود ہوتے ہیں۔ ان دونوں حالتوں کی علحدہ علحدہ مدت علماء نے ۹ سال، یا ۱۱ سال قرار دی ہے۔

بعض ملکوں میں زلزلے زیادہ آیا کرتے ہیں۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا کہ زلزلے اور آتش فشاں پہاڑوں میں باہم گر قوی علاقہ ہے جن ملکوں میں یہ پہاڑ زیادہ تعداد میں موجود ہیں وہاں زلزلے بھی زیادہ آتے ہیں مگر اب تک آتش فشانوں اور زلزلے کا باہمی علاقہ علمی طور پر ثابت نہیں ہوا ہے۔ اس لئے علماء یہ علاقہ تسلیم نہیں کرتے۔

حال میں علماء طبقات الارض کی ایک جماعت نے اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب ایک ایسا طریقہ ایجاد کرسکینگے جس سے زلزلے کا علم اُسکے وقوع سے بہت پہلے ہوجایا کرے گا۔ اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی، تو ایسے ملکوں کے لئے جیسا کہ جاپان ہے، یہ ایک عظیم احسان ہوگا۔

چنانچہ انگریزی کے مشہور علمی رسالہ "نیچر" میں ایک مقالہ نگار لکھتا ہے:

"بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ زلزلے سے پہلے زمین کی سطح میں کجی پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ کجی تبدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زلزلے پر پہنچکر ختم ہوجاتی ہے۔ کجی، آنکھ سے بھی مشاہدہ کی جاسکتی ہے، کیونکہ زمین کی ہموار سطح، نمایاں طور پر خم ہوجایا کرتی ہے۔ اگر یہ نظریہ صحیح ثابت ہوجائے، تو باسانی ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جاسکتا ہے جو زمین کی خفیف سے خفیف کجی بھی محسوس کرلے اور ایک گھنٹی کے ذریعہ خطرہ کا اعلان ہوجائے"!

گزشتہ ماہ شہر برگ میں علم مساحت ارض کے ماہرین کی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسمیں جاپان کا ایک مشہور ماہر طبقات الارض ڈاکٹر اماموراُ بھی شریک تھا۔ "نیچر" کے مقالہ نگار نے اُس سے ملاقات کی اور اپنا نظریہ پیش کیا۔ جاپانی ڈاکٹر نے اس کی تائید کی اور بتلایا کہ ۷ مارچ ۱۹۲۷ء میں ٹانگو کے مہیب زلزلے سے ڈھائی گھنٹے پہلے زمین کی سطح ٹیٹو اور سوناکاٹا نامی دو مقاموں میں بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے بھی زیادہ دیکھی گئی تھی۔

نیز ڈاکٹر نے بیان کیا کہ اُسنے ۱۷۹۳ء سے ۱۹۲۷ء تک کے ۵ ہولناک جاپانی زلزلوں کی تفصیلات جمع کرلی ہیں۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر زلزلے سے پہلے زمین کی سطح بلند اور خمیدہ ہوگئی تھی۔ بلندی ایک میٹر سے دو میٹر تک نمایاں تھی۔ بعض حالتوں میں یہ حالت زلزلے سے ۵ گھنٹے پیشتر پیدا ہوگئی تھی۔ بعض حالتوں میں ایک دو گھنٹے پیشتر۔

ایک دوسرے جاپانی پروفیسر ایچیمونو نے ایک آلہ ایجاد کرلیا ہے اس کا نام "کلینوگراف" ہے۔ یہ وہی آلہ ہے، جس کا ذکر "نیچر" کے مقالہ نگار نے کیا ہے۔ اس آلہ سے سطح زمین کی ہر بلندی اور کجی معلوم ہوجاتی ہے۔

صناعی آفتاب

یہی رسالہ ناقل ہے کہ آمریکہ میں ایک ایسا کہربائی فانوس ایجاد کیا گیا ہے، جس میں ۱۳۸۵۰۰۰۰۰ بتیوں کی قوت موجود ہے۔ اس کی حرارت دس ہزار درجہ تک کی ہے اور اُس کی روشنی، فضاء آسمانی میں ایک ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ یہ اندھیری رات کو ٹھیک اُسی طرح روشن کردیتا ہے، جیسے دن کے وقت سورج کی دھوپ روشنی پھیلا دیتی ہے!

یہ عظیم الشان فانوس، شہر چارلس ویل میں نصب کیا گیا ہے۔ اس کے ایجاد سے مقصود یہ ہے کہ نور کے خواص پورے طور پر تحقیق کئے جائیں اور یہ معلوم ہوجائے کہ زندگی اور آفتاب کے درمیان کیا علاقہ ہے؟ نیز ماوراء بنفشی شعاعوں اور کہربائی اجزاء کی ترکیب کی بھی جانچ کیجائے۔

ہم اوپر کہہ چکے ہیں کہ اس لیمپ کی حرارت، دس ہزار درجہ ہے۔ یہ حرارت کا وہ درجہ ہے، جسے علمی اصطلاح میں "سفید حرارت" کہتے ہیں۔ یہ اتنی سخت حرارت ہوتی ہے کہ دھات کو پگھلا کر سفید رنگ کی آگ بنا دیتی ہے۔ چونکہ اس فانوس کی حرارت اس درجہ سے بھی زیادہ کام دے سکتی ہے اس لئے اس کا نام "نیلگوں حرارت" رکھا گیا ہے۔ اس سے زیادہ تیز حرارت کا آج تک تصور نہیں کیا جاسکا۔

حجاز کی علمی سرگرمی

مدت سے سلطان کا ارادہ تھا کہ نجد و حجاز کے نوجوانوں کو علوم و فنون کی تحصیل کے لئے یورپ بھیجیں۔ لیکن حالات نے ایسی نوعیت نہیں اختیار کی تھی کہ اس قسم کے کام شروع کئے جاسکیں۔ اب سلطان نے نجد کے سفر سے پہلے ارکان حکومت سے اس بارے میں مشورہ کیا، اور بالاتفاق طے پایا کہ ایک کافی التعداد طلبہ کی اس غرض سے منتخب کرنی چاہئے۔ چنانچہ مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، اور جدّہ سے ایک جماعت بالفعل شام بھیجی جارہی ہے، تاکہ کچھ عرصہ وہاں تعلیم حاصل کرکے اس قابل ہوجائے کہ یورپ کی مشہور درس گاہوں میں داخل ہوسکے۔ اُمید ہے، اب یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

دہلی کے نامی اور نامور مشہور و معتبر مقبول خاص و عام اسم بامسمّیٰ

ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی کا

عدیم المثال نادر الوجود سرمائی تحفہ

تار کا کافی پتہ — "ہمدرد، دہلی"

ماء اللحم دو آتشہ

بہ نسخۂ خاص

زندگی جیسی عزیز اور پیاری چیز ہو وہ ظاہر ہو۔ لیکن تندرستی بھی ایک ایسی نعمت ہو کہ بغیر اس کے زندگی بے لطف بلکہ بیکار ہو۔ تندرستی ہزار نعمت ہو۔ تندرستی ہو تو سب کچھ ہو۔ اگر آپ کو تندرستی کی قدر ہو اور تندرست رہنا پسند کرتے ہیں تو ہمارا تازہ، کشید کیا ہوا ماء اللحم استعمال کیجئے اور پیری میں شباب کا لطف اٹھائیے یہ امر تو مسلم ہو کہ ماء اللحم مقوی ارواح ہو، بدن میں چستی اور توانائی پیدا کرنا۔ رنگ کا نکھارنا۔ روح کو تازگی اور قوت دینا۔ گئی ہوئی طاقت میں از سر نو جان کا ڈالنا اس کی خاصیت ہو۔ مگر ہمارا ماء اللحم خصوصیت کے ساتھ پیروں کو جوان اور جوانوں کو نوجوان بناتا ہو اس لئے کہ نادر اور بیش قیمت اور مقوی اور فرحت بخش اجزاء سے بطرز خاص تیار کیا گیا ہو۔ نسخہ بھی اس کا معمولی اور کتابی نہیں ہو بلکہ عالیجناب شفاء الملک بہادر غفران مآب مسیح اعظم دہلی کا خاص خاندانی نسخہ ہو جو جناب ممدوح نے بغرض رفاہ عام "ہمدرد دواخانہ" کو مرحمت فرمایا ہو۔ ایک مرتبہ ماء اللحم کا استعمال فرما کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے۔ فائدہ تو تین دن کے بعد ہی معلوم ہوتا ہو مگر معتدبہ اور پورا فائدہ ایک چلّہ میں ہوتا ہو۔ پبلک کو صرف اپنی لفاظی اور خوش بیانی سے خوش کر دینا ہمارا شیوہ نہیں ہو۔ مگر بعض امور میں ہم کو اپنی سچی ہمدردی کے اظہار کا کوئی موقع نہیں ملتا ہو تو مجبور ہو کر اشتہار دینا پڑتا ہو۔

ماء اللحم کے استعمال کا یہی موسم ہو اور یہی زمانہ ہو منگائیے! اور آزمائیے!! تجربہ بتا دے گا کہ ہمدرد کہاں تک اپنے دعوی میں سچا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید۔ قیمت بھی بہ نظر ہمدردی پانچ روپیہ فی بوتل مقرر کی گئی ہو علاوہ اس کے چند اقسام کے حلوے مقوی اور خوش ذائقہ نہایت نفیس تیار ہیں جن کے پورے افعال و خواص آپ فہرست میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ نیز ہر قسم کی مفرد و مرکب دوائیں اس دواخانہ سے مناسب قیمت پر ملتی ہیں۔ فہرست ۱۹۲۶ء مع جنتری تیار ہو۔ مفت طلب فرمائیے۔ خط و کتابت کے لئے کافی پتہ "منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی"

منیجر ہمدرد دواخانہ یونانی دہلی

برص سفید داغ ۱۴ یوم میں جڑ سے غائب

ورنہ پوری قیمت واپس۔ اقرار نامہ لکھا لیں اکیس خوراک معجون مسیحا اور ایک شیشی روغن مسیحا جو پورے ۲۱ روز کو کافی ہوگی قیمت مع خرچ ساڑھے روپیہ تیرہ آنہ

دفتر معالج برص نمبر ۱۸ دربھنگہ (بہار)

ڈور ولی تولہ سونا

رنگ دیکھ لو ۔ گھس کر آزما لو

جرمنی کی حیرت انگیز ایجاد

اس سونے کی نہایت خوبصورت نازک منقش چوڑیاں جرمنی سے بنکر آئی ہیں۔ چونکہ انہیں ایک خول کی صورت میں بنایا گیا ہو۔ انکے اندر رنگیں چوڑیاں آ جاتی ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہو کہ بہترین زبرجد اور یاقوت کے نگینے جڑ دیئے گئے ہیں۔ برسوں استعمال کیجئے لیکن رنگ و رونق میں فرق نہیں آتا اور نہ سیاہی آتی ہو۔ صنف نازک کے لئے بہترین تحفہ ہو۔ ڈھائی روپیہ میں پانچسو روپے کا کام نکالا جا سکتا ہو۔ ہر سائز کی موجود ہیں۔ سیکڑوں کی تعداد میں روزانہ فروخت ہوتی ہیں۔ جلد منگوائیے تاکہ اسٹاک ختم نہ ہو جائے ۸ چوڑیوں کی قیمت ڈھائی روپیہ۔ جن کا وزن تقریباً ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ چوبیس چوڑیوں کے دام صرف سات روپئے (عہ)

منیجر گولڈن اسٹور۔ پوسٹ بکس ۸۲ لاہور

پروانہ

اپنی نوعیت کا پہلا رسالہ ملک اور قوم و ملت کا سچا پروانہ دلچسپ اور اچھوتے مضامین نظم و نثر سے لبریز نومبر ۲۶ء سے دربھنگہ سے نہایت پابندی کے ساتھ شایع ہوگا لکھائی چھپائی اور کاغذ بہت نفیس چندہ سالانہ تین روپیہ (عیہ) طلبہ سے دو روپیہ (عہ) ممالک غیر سے پانچ روپیہ (صہ)

منیجر رسالہ پروانہ دربھنگہ (بہار)

افیم چھڑانے کی بے نظیر گولیاں

جن کے استعمال سے صدہا علی آسانی سے افیم چھوڑ چکے ہیں اگر دو پیسہ ماہوار کے عملی کے لئے چار گولیاں کافی ہو سکتی ہیں۔ ملنے کا پتہ۔ حکیم محمد عمر اینڈ سنز موگا ضلع فیروز پور پنجاب

جمعیۃ علمائے ہند کے اخبار الجمعیۃ کا

جلیب نمبر

رجب میں شایع ہوگا

مشتہرین اور ایجنٹوں کے لئے نادر موقع

بیس اخباروں میں علیحدہ علیحدہ۔ بیس اشتہار دینا اور

جلیب نمبر

میں ایک دفعہ ایک اشتہار دے دینا برابر ہو۔ تمام اشتہار شروع دسمبر میں موصول ہو جانے چاہئیں۔ ایجنٹوں کو چاہئے دفتر سے فوراً خط و کتابت شروع کر دیں۔

خط و کتابت کے لئے پتہ

منیجر "الجمعیۃ" دہلی

ان تمام اصحاب کے لئے

جو

قیمتی تمدن وصنعت کی قیمتی اشیاء کا شوق رکھتے ہیں

دنیا میں عظیم الشان مقام

I. SHENKER,

118, BROMPTON ROAD, KENSINGTON, LONDON, S. W. 3.

ہے

مغرب و مشرق کے قدیم آثار، پرانی قلمی اور مطبوعہ کتابیں، پرانی تصویریں، پرانے سکے، اور نقوش، پرانے زیور، آرائش و تزئین کا ہر قسم کا سامان، اور ہر طرح کے پرانے صنعتی، عجائب و نوادر، اگر آپ کو مطلوب ہیں، تو ہم سے خط و کتابت کیجئے۔ کم از کم ہماری نمائش گاہوں اور ذخائر کی فہرستیں ہی منگوا لیجئے۔ اہل علم اور اہل دولت، دونوں کے لئے ہمارا ذخیرہ قیمتی ہے۔

نوادر عالم کا یہ ذخیرہ

دنیا کے تمام حصوں سے غیر معمولی مصارف و مساعی کے بعد حاصل کیا گیا ہے دنیا کے تمام قدیم تمدنی مرکزوں شلاً مصر، شام، فلسطین، ہندوستان، ایران، ترکستان، چین، وغیرہ ممالک میں ہمارے ایجنٹ ہمیشہ گردش کرتے رہتے ہیں

باایں ہمہ

قیمتیں تعجب انگیز حد تک ارزاں ہیں!

براعظم یورپ، امریکہ

اور

مشرق

کے تمام بڑے بڑے محل، کتب خانے، اور عجائب خانے، ہم سے نوادر حاصل کرتے رہتے ہیں۔ قاہرہ کے نئے ایوان شاہی کے نوادر ابھی حال میں ہم ہی نے فراہم کئے ہیں

اگر آپ کے پاس نوادر موجود ہوں

تو

آپ فروخت کرنے کے لئے بھی پہلے ہم سے ہی خط و کتابت کیجئے۔ بہت ممکن ہے کہ ہمارا سفری یا مقامی ایجنٹ آپ سے مل سکے

اگر آپ

علم و کتب کی وسعت اور دستِ طلب کی کوتاہی سے گھبرا گئے ہیں تو کیوں کسی ایسے مقام کی جستجو
نہیں کرتے جہاں دُنیا کی تمام بہترین اور منتخب کتابیں جمع کر لی گئی ہوں؟

ایسا مقام موجود ہے!

J. & E. Bumpus Limited,
350, Oxford Street,
LONDON, W. 1.

جو

دُنیا میں کتب فروشی کا عظیم مرکز ہے

اور جسے **ملک معظم** برطانیہ اور انکے کتبخانہ قصر کے لئے کتابیں بہم پہونچانے کا شرف حاصل ہے!

انگریزی کا تمام ذخیرہ جو برطانیہ اور برطانی نو آبادیوں اور ملحقہ ممالک میں

شایع ہوتا ہے

یورپ کی تمام زبانوں کا ذخیرہ

مشرقی علوم و ادبیات پر انگریزی اور یورپین زبانوں کی تمام کتا
بیں

نئی اور پُرانی دونوں طرح کی کتابیں

تمام دُنیا کے ہر قسم اور ہر درجہ کے نقشے

ہر قسم کی تعلیمی کتابوں کے مُسلسل سلسلے

بچوں کے لئے ہر قسم اور درجہ کا ذخیرہ

قیمتی سے قیمتی اور سستے سے سستے اڈیشن

آپ ہمارے عظیم ذخیرہ سے حاصل کر سکتے ہیں

ہمارے یہاں سے ہر چھ ماہ

کے بعد نئے ذخیرہ کی مفصّل فہرست شایع ہوا کرتی ہے

کیا آپ کو معلوم نہیں

کہ

اسوقت

دُنیا کا بہترین فاونٹین قلم

امریکن کارخانہ "شیفر"

کا

"لائف ٹائم"

قلم ہی؟

(۱) اتنا سادہ اور سہل کہ کوئی حصہ نزاکت یا پیچیدہ ہونیکی وجہ سے خراب نہیں ہو سکتا

(۲) اتنا مضبوط کہ یقیناً وہ آپ کو آپکی زندگی بھر کام دے سکتا ہی

(۳) اتنا خوبصورت، سبز، سرخ اور سنہری بیل بوٹوں سے مزین کہ اتنا خوبصورت قلم دُنیا میں کوئی نہیں

کم از کم تجربہ کیجیے

یاد رکھیے

جب آپ کسی دکان سے قلم لیں تو آپ کو "شیفر" کا "لائف ٹائم" لینا چاہیئے!

اگر آپ انگلستان کی سیاحت کرنا چاہتے ہیں

تو

یاد رکھیے

کہ

آپکو ایک مستند اور آخرین رہنما گائڈ بک کی ضرورت ہی

جو

انگلستان کے تمام شہروں، سوسائیٹیوں ہوٹلوں، کلبوں، تھیٹروں، رقص گاہوں، قابل دید مقامات،

اور

آثار قدیمہ وغیرہ سے

آپکو مطلع کر دے

نیز

جس سے وہ تمام ضروری معلومات حاصل کیجا سکیں جن کی ایک سیاح کو قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہی! ایسی مکمل گائڈ بک صرف

ڈنلاپ گائڈ ٹو گریٹ برٹین

The Dunlop guide To Great Britain

کا

دوسرا نئے ایڈیشن ہی

ہندوستان کے

تمام انگریزی کتب فروشوں اور بڑے بڑے ریلوے اسٹیشنوں کے بک اسٹال سے مل سکتی ہی

جامع الشواہد

طبع ثانی

"مولانا ابوالکلام صاحب کی یہ تحریر ۱۹۱۹ء میں شائع ہوئی تھی جب وہ رانچی میں نظر بند تھے۔ موضوع اس تحریر کا یہ تھا کہ اسلامی احکام کی رُو سے مسجد کن کن اغراض کے لئے استعمال کی جا سکتی ہی؟ اور اسلام کی رواداری نے کس طرح اپنی عبادت گاہوں کا دروازہ بلا امتیاز مذہب ملت تمام نوع انسانی پر کھول دیا ہی؟ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

(منیجر الہلال کلکتہ)

اگر آپ کو

دمہ

ضیق النفس

یا

کسی طرح کی بھی معمولی کھانسی کی شکایت ہی

تو تامل نہ کیجیے۔ اپنے سے قریب تر دوا فروش کی دکان سے

فوراً

ایک ٹین

HIMROD

کی

مشہور عالم دوا کا

منگوا کر

استعمال کیجیے

مطبوعات الهــلال بك ايجنسي

معارف ابن تيميه و ابن قيم

دیني علوم کے بیش بہا جواہر ریزي

اس سلسله میں هم نے اماميں کي ان نادر و اعلی درجه کي بلند پایه عربي تصانیف کے اُردو تراجم کا سلسله شروع کیا هے ' جنکا مطالعه اصلاح عقائد اسلام اور اشاعت و معارف کتاب و سنت کے لیے نہایت ضروري و ناگزیر هے - امید که یه " سلسلهٔ تراجم " بد نصیب هندوستان کي دماغي اصلاح کا کام دے :

اُسوهٔ حسنه ـــ امام ابن قیم کي فن سیرت میں شہره آفاق کتاب " زاد المعاد " کے خلاصه کا اُردو ترجمه - بلا جلد ۲ روپے مجلد اڑهائي روپیه -

کتاب الوسیله ـــ لفظ " وسیله " کي بحث کے علاوه امام ابن تیمیه نے اسلام کے اصل الاصول " توحید " کي مبسوط بحث کي هے - بلا جلد اڑهائي روپیه ' مجلد سوا تین روپیه -

اصحاب صفه ـــ انکي تعداد ' ذریعه معاش ' طریق عبادت اور انکے مفصل حالات بیان کیے هیں دس آنے -

تفسیر سورة الکوثر ـــ امام ابن تیمیه کے مخصوص انداز تفسیر کا اُردو ترجمه - چار آنے -

العروة الوثقی ـــ خالق و مخلوق کے درمیان واسطه کا فرق بدلائل بیان کیا هے - چهه آنے -

سیرت امام ابن تیمیه ـــ حضرت امام کے ضروري حالات زندگي نہایت خوش اسلوبي سے بیان کیے هیں - نو آنے

نجد و حجاز ـــ علامه سید محمد رشید رضاء مصري کي تازه کتاب کا اُردو ترجمه - سوا روپیه -

ائمه اسلام ـــ ترجمه رفع الملام عن ائمة الاعلام - باره آنے

خلاف الامه ـــ فی العبادات - پانچ آنے

صبح سعادت ـــ یه ایک علمي ' اسلامي ' سه ماهي رساله هے جس کے خریدار کو هم نے کمال کوشش و کاوش سے اُردو ' عربي ' فارسي ' انگریزي ' اور دوسري زبانوں کي تمام اهم نئي علمي مطبوعات کے متعلق بہترین تازه معلومات بہم پہنچانے کا اهتمام کیا هے - اسکے علاوه ائمه و اسلام و بزرگان دین کے حالات ' لطائف افسانه ' نظمیں اور ممالک اسلامیه کے معتبر ذرائع سے حاصل کیے هوے حالات درج کیے جاتے هیں - في پرچه ۸ آنه سالانه ۲ روپیه پیشگي -

منیجر الهــلال بك ايــجنسي

(حلقه نمبر ۲٤ شیرانواله دروازه لاهور پنجاب)

"Al-Hilal Book Agency,"

24, LAHORE, PANJAB.

خط و کتابت کی وقت اپنا نام اور پته صاف لکھین اور نمبر خریداری ضرور تحریر فرمائین

السحر الحلال في مجلدات الهلال

گاه گاهے باز خوان این دفتر پارینه را
تازه خواهی داشتن گر داغہائے سینه ما

اردو صحافت کي تاریخ میں الهلال هي وه رساله هے جو اپني تمام ظاهري اور باطني خصوصیات میں ایک انقلاب آفریں دعوت تهي -

الهــلال اگرچه ایک هفته وار مصور رساله تها ' لیکن چونکه وه اردو صحافت کي مختلف شاخوں میں اجتہاد نظر و فکر کي نئي روح پیدا کرني چاهتا تها ' اِس لئے اُس کا هر نمبر مختلف قسم اور مختلف ادراق کا مجموعه تها - اُس کے هر نمبر میں مختلف ابواب ' مذهب ' سیاست ' ادبیات ' علوم و فنون ' اور معلومات عامه کے هوتے تهے - اور اسکا هر باب اپني مجتهدانه خصوصیات کے لحاظ سے اپني نظیر آپ هوتا تها - پهر اس کي ظاهري خوبیاں اُردو صحافت میں اعلی طباعت و ترتیب کا پہلا نمونه تهیں - اردو کا وه پہلا هفته وار رساله تها ' جس میں هاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا ' اور ٹائپ میں چهپنے کي وجه سے بہت سي ایسي خوبیاں پیدا هوگئیں جو پتهر کي چهپائي میں ممکن نہیں - اِس کي جلدیں جدید اُردو علم و ادب کے علمي ' مذهبي ' سیاسي ' اور اجتماعي مواد و مباحث کا بہترین مجموعه هیں - ان کي مقبولیت و قدر کا اندازه اِس سے هوسکتا هے که سنه ۱۹۱۸ میں بعض شایقین علم و ادب نے اِس کي تمام جلدوں کا مکمل سٹ سات سو روپیه میں خرید کیا - اور حال میں ایک صاحب نے اِس کي پہلي جلد مکمل (جو دفتر میں بهي موجود نہیں) ساڑهے چارسو روپیه میں حیدرآباد سے خریدي هے - جن لوگوں نے اس کے پرچے بحفاظت جمع کئے هیں وه بڑي سے بڑي قیمت پر بهي علحده کرنے کیلیے تیار نہیں - پچهلے دنوں " البــلاغ پریس " کا جب تمام اسٹاک نئے مکان میں منتقل کیا گیا تو ایک ذخیره الهلال کے پرچوں کا بهي محفوظ ملا ' هم نے کوشش کي که شایقین علم و ادب کے لئے جس قدر مکمل جلدیں مرتب کي جاسکتي هیں مرتب کرلي جائیں اور جن جلدوں کي تکمیل میں ایک دو پرچوں کي کمی هو اُنهیں دوباره چهپوا لیا جائے -

چنانچه الحمدلله یه کوشش ایک حد تک مشکور هوئي اور اب علاوه متفرق پرچوں کے چند سالوں کي جلدیں پوري مکمل هوگئي هیں - هم اِس اعلان کے ذریعه شایقین علم و ادب کو آخري موقعه دیتے هیں که اِس قیمتي ذخیره کے حاصل کرنے میں جلدي کریں ' چونکه جلدوں کي ایک بہت هي محدود تعداد مرتب هوسکي هے اس لئے صرف اُنهیں درخواستوں کي تعمیل هوسکے گي جو سب سے پہلے پہونچیں گي - هر جلد مجلد هے اور ابتدا میں تمام مضامین کي انڈکس به ترتیب حروف تہجي لگادي گئي هے -

الهلال مکمل جلد دوم ۱۰ روپیه الهلال مکمل جلد سوم ۱۰ روپیه

" " " چہارم ۱۰ روپیه " " " پنجم ۱۰ روپیه

جلد " البــلاغ " (جب دوسري مرتبه الهــلال اِس نام سے شائع هوا) قیمت ۸ روپیه

علاوه جلد اول کے هر جلد کے متفرق پرچے بهي موجود هیں جن میں سے هر پرچه اپنے مضامین کے لحاظ سے ایک مستقل مجموعه علم و ادب هے - قیمت في پرچه ۸ - آنه - محصول ڈاک و پیکنگ اِس کے علاوه هے -

منیجر " البــلاغ پریس "

دنیا کي بہترین کتابوں کیلئے بہترین رهنما :

ٹالمز اف لنڈن کا ادبي ضمیمه

یه ضمیمه دنیا کي تمام کتابوں پر هفته وار دلچسپ اور وقیع تبصرہ کرتا هے -

اسکا معتدل نقد علمي حلقوں میں مسلم هے -

اس میں چند صفحات وقت کے جاري اور زیر بحث ادبي فوائد پر بھي هوتے هیں جنکي اهمیت کا عام طور پر اعتراف کیا گیا هے -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے تقاضه کیجئے که وہ ٹالمز لنڈن کا هفته وار ادبي ضمیمه آپکے لئے مہیا کرے - لیکن اگر آپ چاهیں تو

The Publisher :

Printing House Square

London, E. C 4.

سے براہ راست طلب کر سکتے هیں

دنیا کے هر معلم اور ماهر فن تعلیم کیلئے

ضروري هے که

ٹالمز اف لنڈن کا تعلیمي ضمیمه مطالعه کرے

اگر آپ چاهتے هیں که فن تعلیم کے تمام نظري اور عملي تغیرات و ترقیات سے بے خبر نه رهیں ' تو آپکو یه ضمیمه بلا ناغه مطالعه میں رکھنا چاهیے -

یه هر هفته اس موضوع پر تمام اهم خبریں اور مباحث جمع کردیتا هے - ماهرین فن اور مشاهیر تعلیم کے قلم سے اسکے صفحات مرتب هوتے هیں -

اپنے یہاں کے ایجنٹ سے طلب کیجئے -

ورنه

The Publisher,

Printing House Square

London, E. C. 4.

سے طلب کرسکتے هیں -

کیا آپ تجارت کرني چاهتے هیں ؟

اگر آپ چاهتے هیں که یورپ اور امریکه کے تمام بڑے بڑے کارخانوں سے تجارتي تعلقات قائم کریں ' نفع بخش ایجنسیاں لیں ' هندوستان سے خام پیدا وار بھیجیں ' نئي نئي ایجادات سے اپنے ملک کو آشنا کریں ' تھوڑي سي محنت اور تھوڑا سا سرمایه لیکر ایک وقیع کار و بار شروع کردیں ' تو آپ کو ابتدا میں بہت سي باتیں معلوم کرني چاهئیں - اس طرح کي تجارت کے گر اور بھید سیکھنے چاهئیں - هندوستان کے تمام حلقوں اور یورپ و امریکه کے تمام کارخانوں اور کوٹھیوں کے حالات اور اصول معاملت معلوم کرنے چاهئیں - بغیر اس کے آپ کامیاب نہیں هوسکتے -

اگر آپ چاهتے هیں که بہت تھوڑا سا وقت خرچ کرکے یه ساري باتیں با قاعدہ علمي اصول پر معلوم کرلیں ' تو آپکو چاهیے که هم سے خط و کتابت کریں - هم یه کام به حیثیت ایک ماهر فن کے کر رهے هیں - خط و کتابت کے بعد هي آپکو معلوم هو جائیگا که آپکے مقصد کیلئے هم کس درجه مفید هیں ؟

همارے تعلقات دنیا کے تمام تجارتي حلقوں سے هیں -

M. R. MARSDEN & CO.
Post Box 708.
Clive Street, Calcutta.

برونو مولر اینڈ کو - برلن

پوسٹ بکس نمبر ٢٤

BRUNO MULLER & CO. M. B. H.

Berlin-W 35

Post No. 24.

هر طرح کي مشینیں جو گرم ملکوں کے میووں کو خشک کرنے اور پھلوں کو محفوظ رکھنے کیلئے ضروري هیں ' اس کارخانے میں طیار کي جاتي هیں - تمام دنیا میں اس قسم کي مشینوں کا یه بہترین کارخانه هے - مندرجۂ بالا پته سے خط و کتابت کیجیے -

یاد رکھیے

میووں ' ترکاریوں ' اور هر طرح کے زرعي مواد کو خشک کرنے کا بہترین طریقه وہ هے جو " نئے سسٹم " کے نام سے متمدن ممالک میں مشہور هے - اس " نئے سسٹم " کے مطابق کام کرنے والي مشینیں صرف اسي کارخانه سے مل سکتي هیں -

Printed and Published by
MASUD HASAN ZUBERI AT THE AL-BALAGH PRESS, 11, BALLYGUNGE CIRCULAR ROAD, CALCUTTA
EDITOR : MAULANA ABU-AL-KALAM AZAD.